تعارف

اَلرِّجَالُ الْاُوْلٰی وَالْاُوْلٰی فِی الدِّیْن

حسب ارشاد و پسند فرمودہ

حضرت سید انور حسین نفیس رقم المعروف بہ نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ

خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

باہتمام

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محب النبی صاحب دامت برکاتہم

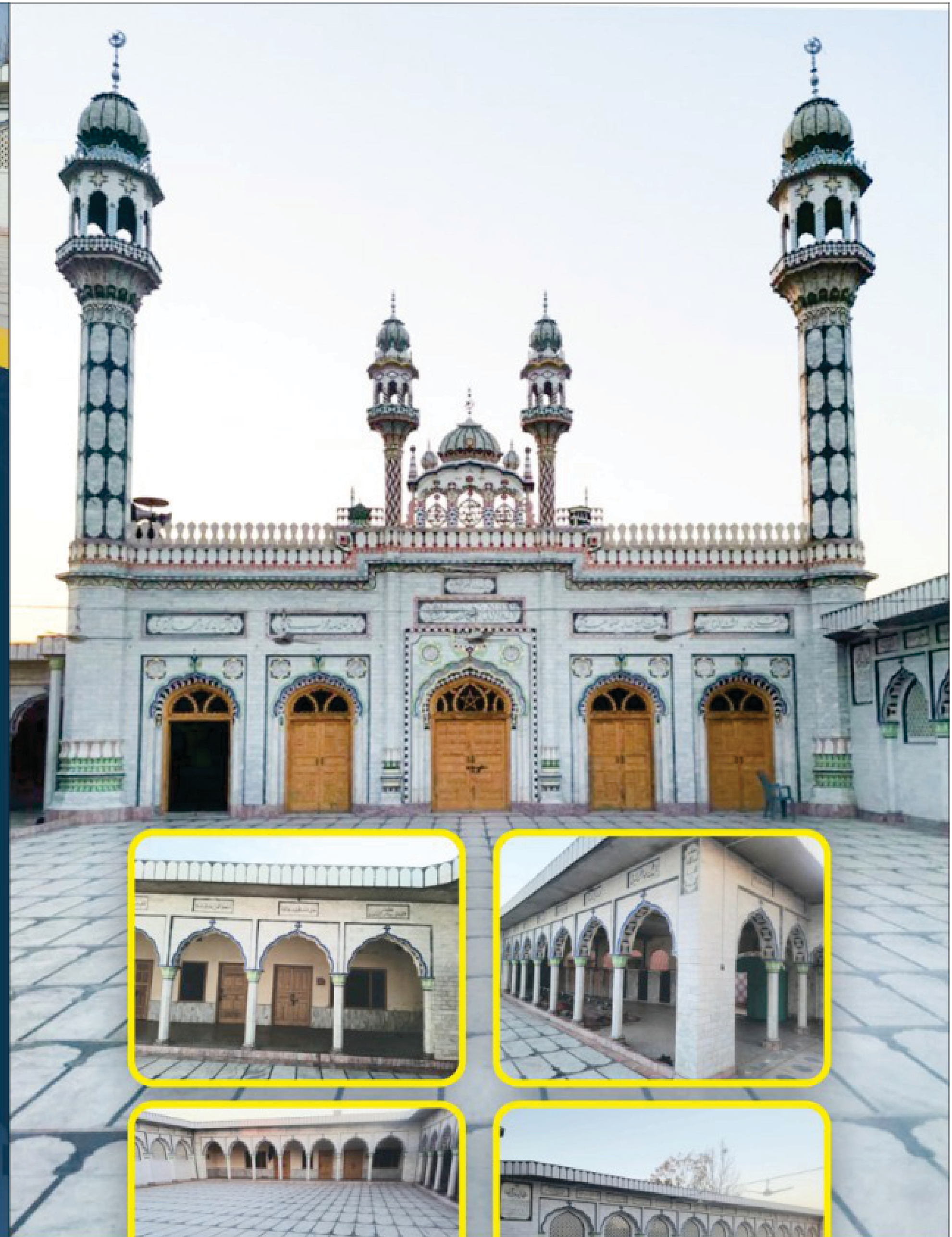
مرتب

قاری حبیب الرحمٰن

ناشر

دارالعلوم مدنیہ رسول پارک، H بلاک سبزہ زار، ملتان روڈ، لاہور

فون نمبر: 042-37832305



تعارف

اَلرِّجَالُ الْاُوْلٰی وَالْاَوْلٰی فِی الدِّیْنِ

حسب ارشاد و پسند فرمودہ

حضرت سید انور حسین نفیس رقم المعروف بہ نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ

باہتمام

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محب النبی صاحب دامت برکاتہم

مرتب
قاری حبیب الرحمٰن

ناشر: دار العلوم مدنیہ، رسول پارک، H بلاک، سبزہ زار، ملتان روڈ، لاہور
فون نمبر: 042-37832305

فہرست

عرض مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین و علی اٰلہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد.

استادمحترم حضرت مولانا قاری محبّ النبی صاحب، دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے گاؤں نورپور ضلع اٹک کی جامع مسجد حنفیہ کے برآمدوں کی دیواروں پر بنیادی رجال الدین کے تعارف کے لیے پتھر نصب کروائے تو اس کا ذکر حضرت سید انور حسین نفیس رقم رحمہ اللہ سے کیا۔ انہوں نے خوشی کا اظہار فرمایا اور تاکید فرمائی کہ ان بزرگانِ دین کا تعارف بھی لکھا جائے تا کہ لوگ ان سے متعارف ہوسکیں۔ چنانچہ حسب ارشاد نفیس، حضرت استادیم صاحب مدظلہٗ نے اس تعارف کو "الرجال الاُولیٰ والاَولیٰ فی الدین" کے عنوان سے معنون فرمایا اور اسے تحریر کرنا شروع کر دیا۔

حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اوّلیت واولویت تک تحریر فرما چکے تھے کہ علالت اور دیگر عوارض ومصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔

ایک مجلس میں احقر سے ان سب باتوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ایک تجویز پیش کی کہ مدرسہ کے اساتذہ اور جید تلامذہ میں یہ کام بانٹ دیا جائے تا کہ جلدی پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔ حضرت استادیم صاحب مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام آپ نے کرنا ہے۔

ع قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

اپنی کم علمی، کم مائیگی اور ہیچ دامنی کے ساتھ، حضرت استادیم صاحب مدظلہٗ سے دعاؤں اور توجہات کی التجا و درخواست کر کے اس مجلس سے اُٹھا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کام

کوشروع کر دیا۔ تعلیمی و تدریسی مشغولیت کے ساتھ ساتھ جتنا جتنا کام ہوتا رہا، نظر ثانی کے لیے حضرت استاذ صاحب مدظلہٗ کو پیش کرتا رہا۔ تصحیح واضافہ بھی ہوتا رہا۔ رہنمائی، دلجوئی اور حوصلہ افزائی نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ اصاغر کے لئے اکابر کی یہی چیزیں سرمایۂ حیات ہوتی ہیں۔ اساتذہ اور بزرگوں کی وسعت قلبی اور اعلیٰ ظرفی کام کر جاتی ہے۔

یہ دولت حضرت استادیم صاحب مدظلہٗ سے نصیب ہوتی رہی اور کم ظرفی ہوگی کہ یہاں حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ذکر خیر نہ ہو کہ مذکورہ بالا اعلیٰ صفات کی وجہ سے ہم جیسوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ جب کبھی کسی علمی، قلمی، تقریری و تحریری کام کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے اپنے کتب خانہ میں سے مواد میسر کیا۔ رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی اور جلد از جلد اس کام کی تکمیل کی خواہش ظاہر فرمائی، حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت استادیم قاری عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ کی معیت میں ملاقات کے لیے حاضری ہوئی تو حضرت قاری صاحبؒ کو مخاطب کر کے میرے متعلق فرمایا:

''ان کا اور میرا مزاج ایک ہے''

اس کام کا آدھا حصہ کئی ماہ میں مکمل ہوا اور باقی آدھا شعبان کی تعطیلات میں مکمل ہوا۔ فللہ الحمد۔ یہ سب کچھ حضرت استادیم صاحب مدظلہٗ کی شفقتوں اور دعاؤں اور توجہات کا نتیجہ ہے۔ تلامذہ کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ان کی کامیابی اساتذہ کی توجہات اور دعائے سحر گاہی کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانانہ

جس شاگرد کا علم الصرف سے حدیث تک کی تعلیم کا محور استاذ ہو، وہ اپنی صلاحیتوں کو استاذ کی شخصیت سے کیسے جدا کر سکتا ہے۔

دوڑ کے مقابلے میں اول مقام جیتنے والے کو ماں کی ان انگلیوں کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے جن کو پکڑ کر وہ چلنے اور دوڑنے کے قابل ہوا، اور اسے وہ وقت بھی نہیں بھولنا چاہیے جب وہ گر پڑتا تھا اور ماں کی مامتا جوش سے اسے اُٹھا کر آغوش میں لے کر سینے سے لگا لیتی تھی۔

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کی والدہ محترمہ نے بجا فرمایا: ''فریدالدین! تیری بزرگی

میں کچھ ہمارا بھی عمل دخل ہے کہ کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا''۔

حقیقت میں یہ سارا کام میں نے نہیں بلکہ حضرت استاذ محترم مدظلہ نے ہی دو مختلف اندازوں میں سرانجام دیا۔ایک انداز بلاواسطہ ہے جواس کا پہلا حصہ ہےاورایک بالواسطہ ہے جو اس کا دوسرا حصہ ہے۔یہ ان کی تعلیم وتدریس،تربیت اور شفقت کا جمالیاتی پرتو اور عکس ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جونجوم ہدایت ہیں،انہوں نے آفتابِ نبوت سے جمال حاصل کیا اور پورے عالم کومنور کردیا۔علماء کی تصریح کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام کاوشیں اور جدو جہد جمالِ مصطفوی کا اثر اور عکس ہے۔

شوقی اثر ماہِ رسالت ہیں صحابہ
ہیں باعث تنویر یہ پُرنور ستارے

اس کام میں جوخوبی ہے اس کی وجہ ان نفوس قدسیہ کی برکات ہیں جن کا ذکر اس میں موجود ہےاور حضرت استاذ محترم مدظلہ کی دعاؤں اور توجہات ہیں اور اگر کوئی کمی اور کوتاہی ہے تو وہ میری وجہ سے ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان نفوس قدسیہ کا صحیح تعارف نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔آمین ثم آمین۔

احقر الانام۔حبیب الرحمٰن غفرلہٗ

14ذیقعد1441ء/ 6جولائی2020ءبروز پیر

حصہ اول

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

جامع مسجد حنفیہ نور پور اٹک میں چار مینار کے نیچے سامنے والی دیوار پر مکتوب پتھروں کے لگ جانے کے اور اس دیوار کے خوب مزین ہو جانے کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ اس زمانہ میں اکثر مسلمانوں کی گمراہی اور دین سے دوری کا ایک سبب بنیادی رجال الدین (پہلے بزرگانِ دین) سے عدم تعلق اور ان کے تعارف کا نہ ہونا ہے کہ وہ کون تھے کب تھے کیسے تھے۔ جن کی صحیح پہچان اور احترام سے دین حق پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ جو ہمارا مقصد حیات ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ مسجد حنفیہ نور پور کے باقی برآمدوں کی دیواروں پر بنیادی رجال الدین کے اسماء بمع ان کے القاب کے اور تاریخ ہائے پیدائش، وفات یا صرف وفات درج کر دی جائیں کہ یہ بھی انکا اصل اور مختصر تعارف ہے جو دین سے قرب اور گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ **اللهم تقبل منا.**

اس تحریر کا سبب ذکر کر دینا مناسب ہے جو ارشاد ہے سید نفیس شاہ صاحبؒ کا، جب میں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مسجد حنفیہ نور پور میں بنیادی بزرگان کے تعارف کے لیے جو ۴۶ پتھر نصب کرنے ہیں ان میں یہ پانچ طبقات ہوں گے۔

1. صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
2. ائمہ فقہاء مجتہدین اربعہؒ
3. ائمہ محدثین ستہ
4. ائمہ قراء سبعہ
5. ائمہ تصوف اربعہؒ اور بارہ مشائخ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، جن سے سلسلہ تصوف کی سند متصل ہو جائے گی اور اول و آخر میں ایک ایک بڑا پتھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نصب ہوگا، تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اس عمل کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ بنیادی بزرگان کا آپ تعارف بھی لکھیں تا کہ معلوم ہو کہ یہ لوگ کون اور کس پایہ کے تھے۔ یہ حضرت شاہ صاحب کا حکم سبب بنا اس تحریر کا۔ تو میں اپنی کم مائیگی اور ہیچ مدانی کے باوجود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے بھروسہ پر تعمیل حکم کی ابتداء کرتا ہوں۔ ومن الله التوفيق والتكميل وعليه التكلان۔

تقدیم اولیت واولویت

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وکفٰی والصلوۃ والسلام علی نبیه المصطفٰی. اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حقیقی حمد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نعت بجز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے (جو کہ موصوف ہے تمام صفات کمال کے ساتھ اور پاک ہے ہر کمی اور عیب سے) کوئی انسان اپنے پیرایہ تصور، قرطاسِ قلم اور احاطہِ زبان میں لا سکے، یہ ناممکن ہے۔ بلکہ ہر محال سے بڑا محال ہے۔ اس گوہر (موتی) بے بہا کو سوا دستِ قدرت کے کوئی اور پرو نہیں سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس حقیقت کو یوں واضح فرمایا۔

ما عرفناک حق معرفتک ما عبدناک حق عبادتک

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

ترجمہ : نہیں پہچانا ہم نے آپ کو جیسا کہ آپ کی پہچان کا حق تھا۔ نہیں عبادت کی ہم نے آپ کی جیسا کہ آپ کی عبادت کا حق تھا۔ نہیں پوری کی میں نے ثنا آپ کی۔ آپ ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے خود اپنی ذات کی تعریف کی۔ (الحدیث) اور امت محمدیہ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ

والنبی صلی الله علیه وسلم کمابینه الله تعالیٰ علیه فی کتابه

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ ویسے ہی ہیں جیسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو بیان کیا اپنی کتاب میں۔

امت کے اہل علم، مفسرین، محدثین، فقہاء، مؤرخین اور فلاسفہِ اسلام میں سے ہر ایک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد اور حضور ﷺ کی نعت کے بارے میں بلا شبہ وتردد یہ کہہ سکتا ہے کہ میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں یا میں نے بہت کچھ پا لیا ہے لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں انتہاء تک پہنچ گیا ہوں یا جو میں نے پایا ہے یہ کل ہے۔

شیخ سعدیؒ نے خوب فرمایا:

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار

ترجمہ : اس مشکل مقام میں ہزاروں کشتیاں غرق ہوئیں۔

اس بحرِعمیق واعظم میں یہ قول بحق رسیدگی ہے اور مخلوق کے لیے یہی بس ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے

؎ ہیچ احدی اورا چوں خدا نشاسد
چنانچہ خدارا چوں وے ہیچ کس نشاخت

ترجمہ: کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرح نہیں پہچانتا جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو حضور ﷺ کی طرح کسی نے نہیں پہچانا۔

الرجال الأُولیٰ والاولیٰ میں سب سے پہلے اور سب سے بلند تر واعلیٰ مقام یقیناً حضور اکرم ﷺ کو ہی حاصل ہے۔ آپ ﷺ کے تعارف میں اکابرینِ امت نے سعی بلیغ فرمائی ہے اور یہ سلسلہ چل رہا ہے اور تا قیامت نہیں رکے گا۔ اس سعی کو ہمیشہ سعادت سمجھا گیا اور یقیناً یہ سعادت ہی ہے۔

اسی سعادت کے حصول کے لیے احقر حضور اکرم ﷺ کے اُولیٰ اور اَولیٰ ہونے کا مختصر ذکر کرے گا۔ کیونکہ یہ وہ ذکر ہے کہ جس کا احصاء اہل علم واہل مقام کے لیے بھی ناممکن ہے پس کجا پارائے من ومثل ما اور اس میں کسی درجہ میں شرکت عینِ سعادتِ بے نہایت ہے

اللھم ارزقنابفضلک العمیم و لطفک الوسیع یا علیم یا خبیر یا لطیف

اس سلسلہ میں حضرت شیخ الھندؒ نے جو دو شعر نقل فرمائے وہی زیادہ مناسب ہیں۔

؎ خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس
محمد حامد حمد خدا بس
محمد از تو میخواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

اور باقی عناوین کے بیان میں بھی اختصار ہی ملحوظ رہے گا۔ کیونکہ میری تحریر کا مطالعہ سنگ بے نمک چشیدن (بے نمک پتھر چاٹنے) کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ صاحب الدار ادری بمافیھا (گھر والا اپنے گھر میں موجود کو بہتر جانتا ہے۔)

وجوہ اولیت واولویت

حضور اکرم ﷺ کی اوّلیت اور اَوْلویّت کئی وجوہ سے واضح ہے۔

1. اولیت باعتبار ایجاد کے
2. اولیت باعتبار نبوت کے
3. اولیت باعتبار ایجاب کے
4. اولیت باعتبار ایمان کے
5. اولیت باعتبار انشقاق ارض کے
6. اولیت باعتبار ایذان بالسجود کے
7. اولیت باعتبار فتح باب شفاعۃ کے
8. اولیت باعتبار دخول جنت کے

ان آٹھ وجوہ سے آپ ﷺ کا کل مخلوق سے پہلے ہونا واضح ہوتا ہے۔(یہ آٹھ وجوہ اولیت مشکوٰۃ المصابیح، مدراج النبوۃ سے ماخوذ ہیں۔)

اولیت باعتبار ایجاد

نمبر 1: اولیت باعتبار ایجاد کے (یعنی کل جہاں کو پردہ عدم سے وجود میں لانے کی ابتداء اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمائی۔) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: **اول ما خلق الله نوری** (سب سے پہلے جس چیز کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے وہ میرا نور نبوت تھا۔) تو اولیت باعتبار ایجاد کے آپ کو حاصل ہوئی۔

نوٹ: انبیاء علیہم السلام پر اپنے کئی مقام کا اظہار فرض ہوتا ہے اور اولیاء کرام کے لیے اپنی کرامت کا اظہار معیوب ہے۔

اولیت باعتبار نبوت

نمبر 2: اولیت باعتبار نبوت کے بھی آپ کو حاصل تھی چنانچہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا **متی وجبت لک النبوۃُ قال و آدم بین الروح والجسد** (مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین ص۵۱۳) ترجمہ: عرض کی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہ کب عنایت ہوئی آپ کو نبوت تو فرمایا آپ ﷺ نے کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام کی روح کے جسم کے ساتھ تعلق سے پہلے مجھے نبوت عطاء ہو چکی تھی تو اولیت باعتبار نبوت کے بھی آپ کو عنایت ہوئی۔

اس اولیت باعتبار نبوت کی مزید وضاحت حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمائی:

کنت اول النبیین فی الخلق و آخر هم فی البعث

(میں نبی ہونے کی حیثیت سے مخلوق میں سب سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں

سب سے آخری ہوں۔)یعنی عالم ارواح میں نبی ہونے کی حیثیت سے مجھے سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور عالم اجساد میں مجھے سب سے آخر میں مبعوث کیا گیا۔ اس ارشاد مبارک کی آسان تشریح یہ ہے کہ عالم ارواح میں مجھے نبوت سب انبیاء سے پہلے عطاء کردی گئی تھی اور اس کا اظہار عالم اجساد میں سب سے آخر میں چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہ ہوئی آپ ﷺ کی طرف سے نبوت میں اولیت کی مزید وضاحت۔

اولیت باعتبار ایجاب

نمبر3: ایجاب کے لغوی معنی قبول کرنے اور منظور کرنے کے ہیں۔ اولیت باعتبار ایجاب سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا حکم جو پہلا حکم تھا **اَلست بِربکم** ترجمہ : کیا نہیں میں تمہارا رب ؟ (سورۃ اعراف آیت ۱۷۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے قبول کیا اور بلیٰ کہا کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں آپ کا جواب سن کر باقی ساری مخلوق نے بلیٰ کہا کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ یہ ہے ایجاب میں اولیت، یہ بھی آپ ﷺ کو حاصل ہوئی۔

اولیت باعتبار ایمان

نمبر4: اولیت باعتبار ایمان کے یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا اور وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنے میں اور اس کی ہر وحی کو حق یقین کرنے میں بھی سب سے پہلے آپ ﷺ ہی تھے۔ چنانچہ سورہ انعام آیت نمبر۱۴ میں فرمایا: **قل انی امرت ان اکون اول من اسلم** (آپ کہہ دیں کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں ہو جاؤں پہلا ان سب میں جنہوں نے خود کو ظاہر اور باطن کے لحاظ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کردیا ہے۔)

ملحوظ رہے کہ من اسلم میں آپ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء اور کل مؤمنین آپ ﷺ کے بعد مؤمنین ہیں اور آپ سب سے پہلے مؤمن ہیں۔ اور بمع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کل مؤمنین کے لحاظ سے سورہ یونس میں فرمایا : **وامرت ان اکون من المؤمنین** ترجمہ مجھے حکم دیا گیا ہو جانے کا ایمان والوں سے۔

نوٹ ! ایمان اور اسلام انبیاء علیہم السلام کل صحابہ کرام اور ان کے متبعین باحسان الی یوم الدین کے لحاظ سے لازم ملزوم ہیں۔ ایمان میں بھی اولیت حضور اکرم ﷺ کو ہی حاصل ہوئی نیز یہ

بات بھی ملحوظ رہے کہ اولیت نمبر۳ جو ایجاب کے لحاظ سے تھی اور اس اولیت نمبر۴ جو ایمان کے لحاظ ہے ۔فرق یہ ہے کہ ایجاب سے اولیت صرف صفتِ ربوبیت کے اقرار کے لحاظ سے تھی اور یہ ایمان کے لحاظ سے اولیت کل اجزاء ایمان توحید، رسالت، قیامت وغیرہ کل کے یقین کے لحاظ سے ہے۔

اولیت باعتبار انشقاق الارض

نمبر **5:** انشقاق کے لغوی معنیٰ پھٹنے کے ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے خود اس انشقاق ارض زمین پھٹنے یعنی کھلنے کی وضاحت فرمائی ہے۔فرمایا : **واول من ینشق عنه القبر** (اور میں پہلا وہ شخص ہوں گا جس سے قبر کھلے گی جس سے قبر سے اٹھایا جائے گا۔)

اور امام ترمذیؒ کی روایت میں ایک اور وضاحت بھی فرمائی: فرمایا آپ ﷺ نے :**انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابو بکر ثم عمر** (میں پہلا وہ شخص ہوں گا جس سے زمین کھلے گی (یعنی مجھے اٹھایا جائے گا) پھر ابوبکر پھر عمر رضی اللہ عنھما (کو اُٹھایا جائے گا) مرقاۃ ج۱۰ ص۸،اولیت باعتبار انشقاق ارض کے بھی آپ ﷺ کو حاصل ہوگئی۔

اولیت باعتبار ایذان بالسجود وفتح باب شفاعت

نمبر **6**:،**نمبر 7:** اولیت باعتبار ایذان بالسجود :اجازتِ سجدہ دیا جانے میں بھی آپ ﷺ ہی پہلے ہیں۔وضاحت اس اولیت کی یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مفصل حدیث مروی ہے (مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ متفق علیہ) کہ جس کا مختصر یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمنین (کل مؤمنین آدم علیہ السلام کے زمانے سے قیامت تک) کو روک دیا جائے گا میدان قیامت میں اپنی اپنی جگہ سے ہلنے سے یہاں تک کہ سب پریشان ہوجائیں گے، پھر باہم کہیں گے کہ کاش کہ ہم کسی کو سفارشی بنائیں تا کہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دربار میں ہماری سفارش کرے تا کہ ہمیں اس پریشانی اور مشقت سے نجات ملے۔اس لیے رؤسا اہل محشر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔حضرت آدم علیہ السلام اس مقامِ بلند میں قیام سے معذرت کرنے کے بعد ان کو نوح علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔نوح علیہ السلام بھی اس اہم ذمہ داری کو نبھانے سے معذرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔حضرت ابرہیم علیہ السلام بھی رؤسا اہل محشر سے اپنا عذر ذکر کرنے کے بعد ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

پاس بھیج دیں گے ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اظہارِ معذرت کے بعد ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی فرمائیں گے ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بعض وجوہ سے (کل اہل محشر کی اس عقدہ کشائی کے لیے) خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وفد کو بھیج دیں گے کہ انہی کی شان ایسی ہے جو اس منصب پر فائز ہو سکتے ہیں ۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ۔ چنانچہ یہ وفد بالآخر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گا ۔آپ ﷺ نے فرمایا : **فیاتونی** (پس یہ میرے پاس آئیں گے) **فاقول انالها انالها** روایت **معبد بن هلال از التعلیق الصبیح** (پھر میں کہوں گا میں اس کے لیے ہوں میں اس کو پالوں گا) **فاستاذن علی ربی فی داره** (پھر اجازت طلب کروں گا میں اپنے رب سے)، محدث کبیر علامہ توربشتی فرماتے ہیں استیذان اجازت طلب کرنے سے مراد ایسے مقام میں داخل ہونا ہے کہ جس میں دعا کرنے والے اور پروردگارِ عالم کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا اور داعی جو مانگتا ہے وہی دیا جاتا ہے پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں :**فاذا رائیته وقعت ساجد ا** (پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا (حجاب کے اُٹھ جانے کی وجہ سے) تو سجدہ میں پڑ جاؤں گا ۔ **فیدعنی ماشاء ان یدعنی** (پھر چھوڑ دے گا مجھ کو میرا رب سجدہ میں جتنا چاہے گا سجدہ میں مجھے چھوڑنا ، پھر فرماتے ہیں آپ ﷺ : **فیقول ارفع راسک یا محمد وقل تسمع اشفع تشفع وسل تعط** (پھر فرمائیں گے پروردگار عالم اٹھاؤ اے محمد ﷺ اپنا سر اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور سوال کریں جو سوال کریں گے وہ دیا جائے گا ۔) پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں : **فاشفع** (میں شفاعت (سفارش) کروں گا ۔اس پریشانی اور مشقت سے نکلنے کے لیے تاکہ تمام اہل محشر اس پریشانی سے خلاصی پائیں ۔(التعلیق الصبیح ج ٦)

ابن ملک نے کہا ہے کہ شفاعت کی کئی قسمیں ہیں یہ سب سے پہلی شفاعت ہو گی اور باقی شفاعات اس کے بعد ہوں گی ۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مختصراً مکمل ہوئی ۔

اس روایت سے آپ ﷺ کی اولیت باعتبار اِیذان بالسجود کے ثابت ہوئی جو اولیت نمبر ٦ ہے اور اولیت باعتبار فتح باب شفاعت کے بھی ثابت ہوئی جو کہ اولیت نمبر ٧ ہے اس لیے کہ باقی انبیاء علیہ السلام نے تو اس مقام میں قیام ہی سے معذرت فرمادی اور جب آپ ﷺ تک بات پہنچی تو آپ نے فرمایا : **انا لها انا لها** (میں اس کے لیے ہوں میں اس کو پالوں گا) آپ ﷺ کو

اس میں اذن بالسجود ہوگا اوراس کے بعد آپ ﷺ ہی تمام اہل محشر کو پریشانی سے نکالنے کے لیے سفارش فرمائیں گے جو کہ قبول ہوگی۔

آپ ﷺ کی اولیت باعتبار اذن بالسجود کے اورآپ کی اولیت باعتبار فتح باب شفاعت کےاس روایت حضرت انسؓ سے ثابت اور متعین ہوئی۔

ایک ضروری وضاحت

یہ بات اہل اسلام میں مسلّم ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں سب مغفور ہیں۔ان پر کسی فروگذاشت (جو بعض سے سرزد ہوئی ہیں جو کہ خلاف اولیٰ کے درجہ کی ہیں) کی وجہ سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود آدم علیہ السلام،نوح علیہ السلام،موسیٰ علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام، کااس مقامِ شفاعت میں قیام سے معذرت اور حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت بھیجنا عدم عصمت یا عدم مغفرت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ کھلی وضاحت جو حضور اکرم ﷺ کے بارے میں مغفرت کی موجود تھی کہ **غفر الله له ما تقدم من ذ نبه و ما تاخر** (آپ کی ہر فروگذاشت جو ہوچکی یا ہوگی وہ سب معاف کردی ہے۔)التعلیق الصبیح ج٦ ص ٣٣٠

یہ وضاحت کسی اور پیغمبر کے بارے میں نہ تھی اوراسی لیے جب آپ کے پاس اہل محشر کا یہ وفد پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا : **انا لھا انالھا** (میں اس لیے ہوں میں اس کو پالوں گا) مزید وضاحت:انبیاء علیہم السلام کے بعض افعال پر جو لفظ ذنب یا عصیان کا بولا گیا ہے تو وہ شکل ذنب اور شکل عصیان کی وجہ سے بولا گیا ہے حقیقت ذنب اور حقیقت عصیان کی وجہ سے نہیں بولا گیا۔ ازمکتوبات شیخ الاسلام مولٰینا حسین احمد مدنیؒ (کما ہو مصرح عند اہل التحقیق)

اوّلیت باعتبار دخول جنت

نمبر8: اوّلیت باعتبار دخول جنت کے : یہ اولیت باعتبار دخول جنت کے بھی آپ ﷺ کو حاصل ہے اس لیے کہ فرمایا آپ ﷺ نے : **اٰ تی باب الجنة یوم القیامه فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت ان لاافتح لاحد قبلک**

(رواہ مسلم،مشکوٰۃ،ص٥١١)

(حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں آؤں گا جنت کے دروازے پر پھر اس کو

کھولنا چاہوں گا تو کہے گا خازن (جو فرشتہ جنت کے دروازے پر متعین ہوگا) کہ آپ کون ہیں تو میں کہوں گا کہ میں محمد ﷺ ہوں پس وہ فرشتہ کہے گا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔) اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا: **وانا اول من یحرک حلق الجنة فیفتح الله لی فید خلنیھا ومعی فقراء المؤمنین** (ترمذی والدارمی ومشکوٰۃ ص۵۱۴)

(اور میں پہلا شخص ہوں وہ جو ہلائے گا جنت کے دروازے کے حلقوں کو پھر اللہ تعالیٰ کھولیں گے میرے لیے جنت کو (یعنی کھولنے کا حکم دینگے) پھر داخل کرینگے مجھے جنت میں اس حال کہ میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے۔ ان حدیثوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضور اکرم ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو آٹھویں اوّلیت باعتبار دخول جنت کے ہے آپ ہی کو حاصل ہوئی۔ جن کئی وجوہ سے آپ ﷺ کو اولیت حاصل ہے ان میں بطور مشتے از خروارے آٹھ یہ ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدراج النبوۃ میں فرمایا ہے۔

ان میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شروع عالم ارواح عہد الست سے لے کر دخول جنت تک ہر اہم مقام میں حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ ہی کو تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّلیت حاصل رہی۔

■●❖❖❖●■

حصہ دوم

ذکرحبیب بہ قلم حبیب

جس ذاتِ بابرکات کے ذکرِ مبارک کے متعلق خودخالقِ کائنات نے ﴿ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ﴾ فرمادیا ہواور انسانی تاریخ میں ابتداء تاانتہا دکھلابھی دیا ہوتو ان کی صورت وسیرت کا اس وحدہٗ لاشریک کے سواکون احاطہ کرسکتاہے یاکون مائی کالعل اس عظیم حق کوادا کرسکتاہے،البتہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ،تابعین، تبع تابعین،اولیاء،علماء،فضلاء،شعراء اورسیرت نگاروں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق ان کے ذکرِ مبارک کوزبان وقلم سے بیان کرنے کے شرف کوذریعہ محبت وایمان بنانے کی کوشش کی ہے۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء.**

آئندہ چنداوراق بھی ''**و جئنا ببضاعة مزجة**'' کا مصداق ہیں۔

ایک سیاہ کارمحض امیدشفاعت لے کربازارمصرمیں ایک بڑھیا کی سوت کی اٹی سے یوسف (علیہ السلام) کی خریداری کی کوشش والی راہ پر چلاہے۔

ع گرقبول افتدزہےعزوشرف

افضل الانبیاء والمرسلین ،سیدالاوّلین والاٰخرین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ولادت باسعادت:

2یا8یا10یا12 ربیع الاول بروز پیر،عام الفیل 20یا22اپریل 571ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جناب رحمۃ للعٰلمین تشریف لے آئے
عارف ارض و سماء میر بساط کائنات
خیر سے خیر الامم ، خیر البشر پیداہوئے

اسمِ گرامی، کنیت:

آپ کے دادا نے محمد اور والدہ نے احمد نام رکھا۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

نسب مبارک:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک کا سلسلہ نسب متفق علیہ ہے۔

والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الخ۔

خاندان:

آپ کا تعلق قریش خاندان کی شاخ بنو ہاشم سے ہے۔

رضاعت:

سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے، پھر ابولہب کی کنیز ثوبیہ، پھر حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ تقریباً تین سال تک حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں رہے۔

دُرِ یتیم:

والد ماجد ولادت باسعادت سے پہلے وفات پا گئے۔ چھ سال کے تھے تو والدہ کی آغوشِ شفقت کا بھی خاتمہ ہوا۔ آٹھ برس کے تھے، دادا کا سایہ بھی اُٹھ گیا۔

سائے پسند آئے نہ پرودگار کو
بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

اسفارِ شام:

دادا کی وفات کے بعد اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آئے۔ 12 سال کی عمر میں شام کی جانب پہلا سفر ہوا، مگر بحیرا راہب کے مشورہ سے دورانِ سفر ہی مکہ واپس ہوئے۔

دوسرا سفر شام 25 سال کی عمر میں بغرضِ تجارت مال حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوا۔

نکاح اوّل:

سفرِ شام کے پونے تین ماہ بعد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام نکاح بھیجا۔ ابو طالب نے نکاح پڑھا، 20 اونٹ مہر مقرر ہوا۔

تعمیر کعبہ:

5 سال قبل بعثت جب عمر مبارک 35 سال تھی، تعمیر کعبہ میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ حَکم بن کر نصب حجر اسود کا جھگڑا سب سے اُٹھوا کر خود نصب کر کے ختم کیا۔

عطاءِ نبوت:

عمر مبارک کے چالیسویں سال اس خلعت نبوت کا ظہور ہوا، ورنہ آپ کے بقول: ''مجھے اس وقت نبوت مل چکی تھی جب آدم (علیہ السلام) کا خمیر گوندھا جا رہا تھا''۔

آغازِ تبلیغ:

پہلے تین سال تبلیغ کا کام کھلم کھلا نہ ہوا بلکہ مخصوص لوگوں تک محدود رہا۔

اعلانِ دعوت:

تین سال بعد علی الاعلان تبلیغ کا حکم ہوا۔

حکم ہجرت حبشہ:

جب علی الاعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو قریش مکہ دشمن ہو گئے، طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں۔ دو سال تک تکالیف برداشت کیں 5ھ نبوی میں پہلی ہجرت حبشہ رجب میں اور دوسری شوال میں ہوئی۔

7ھ نبوی:

7ھ نبوی میں ایک پہاڑ کی گھاٹی میں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو تین سال کے لیے مقید کر کے مقاطعہ ومحاصرہ کیا گیا۔ اسی سال یا ایک سال بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔

10ھ نبوی:

10ھ نبوی کو عام الحزن کہا جاتا ہے کیونکہ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب کی

وفات ہوئی اور ابھی تین دن نہ گزرے تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی 24 سال خدمتِ نبوی میں رہ کرداغِ مفارقت دے گئیں۔

سفر طائف:

شوال 10 نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغرض تبلیغ طائف کا سفر کیا، جس کی تفصیل سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جس کی تفصیل کتب سیرت میں موجود ہے۔ من شاء فليراجع.

اسی سال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔

اسراء ومعراج:

مشہور قول کے مطابق 27 رجب 11 نبوی کومحیر العقول واقعہ اسراء ومعراج پیش آیا۔ سید الکونین کووہ مقام ملا کہ ملاحظہ ہو۔

بقول حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ:

سدرۃ المنتہیٰ رہگذر میں تری
قاب قوسین گرد سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں ، حق ہے تیرے قریں
تجھ سا کوئی نہ نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اور بقول سید الملائکہ (جبریل علیہ السلام):

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلیٰ بسوزد پرم

ہجرتِ مدینہ:

ربیع الاوّل 1 ھ میں کفار مکہ نے دارالندوہ میں مشورہ کے مطابق اپنے خیال خام کو پورا کرنے کی کوشش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا، مگر:

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

امانتوں کی ادائیگی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں چھوڑ کر یارِ غار کو ساتھ لے کر تین دن کے قیام غار ثور کے بعد سراقہ کو پناہ دیتے ہوئے اور ام معبد اوران کے خاوند کو مسلمان کرتے

ہوئے، قبا میں دو ہفتوں کے قیام اور مسجد قبا کی بنیاد رکھتے ہوئے ماہِ ربیع الاول بروز جمعہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

ہاں مدینے ہوا غُل کہ رسول آئے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر

سنہ ۱ ھ:

مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔ اذان کی ابتداء ہوئی۔ عاشورہ کا روزہ فرض ہوا (بعد میں فرضیت ختم ہوگئی)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں اسلامی تاریخ کی ابتداء اسی سال سے ہوئی۔ حجرات ازواج کی تعمیر ہوئی۔ مشروعیت جہاد اسی سال ہوئی۔ سریہ حمزہ اور سریہ عبیدہ رضی اللہ عنہما اسی سال ہوئے۔

سنہ ۲ ھ:

اس سال درج ذیل واقعات ہوئے:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح۔ فرضیت صوم وزکوٰۃ، وجوب صدقۂ فطر، تحویلِ قبلہ، نماز عیدین، پانچ غزوات اور تین سرایا۔ غزوۂ ابوا (غزوہ دوان)، غزوہ بدر (کبریٰ)، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، غزہ بواط۔ سریہ عبداللہ بن جحش، سریۂ عمر، سریۂ سالم رضی اللہ عنہم۔

سنہ ۳ ھ:

حضرت عثمان بن مظعون رحمہ اللہ کا انتقال (اول مدفون جنت البقیع)، ولادت حسن رضی اللہ عنہ۔ تین غزوات، دو سریے ہوئے۔ غزوہ غطفان، غزوہ اُحد، غزوہ حمراء الاسد، سریہ محمد بن سلمہ، سریۂ زید بن ثابت رضی اللہ عنہما۔ نکاح حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما۔

سنہ ۴ ھ:

حضرت زینب بنت خزیمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دو غزوے اور چار سریے ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر، غزوہ بدر صغریٰ۔ سریہ ابو سلمہ، سریہ عبداللہ بن انیس، سریہ منذر، سریہ مرثد رضی اللہ عنہم۔ ابتداء قنوت نازلہ۔ حرمت شراب کا حکم ہوا۔

سنہ ۵ ھ:

حضرت زینب بن جحش اور حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا۔ چار غزوات

ہوئے۔ غزوۂ ذات الرقاع، غزوہ دومۃ الجندل، غزوۂ مریسیع (غزوہ بنی مصطلق)، غزوۂ خندق (احزاب)۔ واقعہ افک، نماز خسوف (چاند گرہن) کی مشروعیت۔

سنہ ٦ ھ:

صلح حدیبیہ۔ مشروعیت نماز کسوف (سورج گرہن)۔ سلاطین دنیا کو دعوتی خطوط لکھے گئے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص نے اسلام قبول کیا۔

تین غزوات اور گیارہ سرایا ہوئے۔ غزوہ بنی لحیان، غزوہ عابہ، غزوہ صلح حدیبیہ، سریہ محمد بن مسلمہ، سریہ عکاشہ، سریہ محمد بن مسلمہ (دوسرا)، سریہ زید بن حارثہ، سریہ عبدالرحمٰن بن عوف، سریہ علی، سریہ زید بن حارثہ، سریہ عبداللہ بن عتیک، سریہ عبداللہ بن رواحہ، سریہ کرز بن جابر، سریہ عمرو الضمری رضی اللہ عنہم۔

سنہ ٧ ھ:

عمرۃ القضاء۔ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان، حضرت صفیہ بنت حیی، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن سے نکاح ہوا۔ ایک غزوہ اور پانچ سرایا ہوئے۔ غزہ خیبر، سریہ ابی بکر، سریہب شیر بن سعد، سریہ غالب بن عبداللہ، سریہ بشیر بن سعید، سریہ عمر رضی اللہ عنہم۔ فتح فدک۔ حرمت متعہ، حرمت لحم درندگاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہریلا گوشت کھلایا گیا۔

سنہ ٨ ھ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ابتداء منبر نبوی۔ عمرۂ جعرانہ۔ تین غزوات اور 10 سرایا ہوئے۔ فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف۔ سریہ غالب بجانب بنی ملوح، سریہ غالب بجانب فرک، سریۂ شجاع، سریہ کعب، سریہ عمرو بن العاص، سریہ ابوعبیدہ بن الجراح، سریہ ابوقتادہ، سریہ خالد، سریہ طفیل ابن عمرو دوسی، رضی اللہ عنہم۔ غزوہ موتہ (حقیقتاً یہ سریہ ہے)۔

سنہ ٩ ھ:

فرضیت حج، موت عبداللہ بن اُبی بن سلول (رئیس المنافقین)، جنازۂ شاہِ حبشہ، وفات حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (دختر)۔ ایک غزوہ اور تین سرایا ہوئے۔ غزوہ تبوک، سریہ علقمہ، سریہ

علی، سریہ عکاشہ، سریہ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہم۔ آمد وفود اور اسلام میں داخلہ۔

سنہ ۱۰ ھ:

حجۃ الوداع، دو سریے ہوئے۔ سریہ خالد بن ولید بجانب نجران، سریہ علی بجانب یمن رضی اللہ عنہما۔

سنہ ۱۱ ھ:

سریہ اسامہ، مرض الوصال، امامت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اوائل ربیع الاول بروز پیر بعد ظہر عالم فانی سے انتقال فرما کر رفیقِ اعلیٰ سے واصل ہوئے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

■●❖❖❖●■

حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے تعلق خاطر تھا، ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں اور ان کا ادب واحترام، ان کی تعظیم وتوقیر دل کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم اب محسوس نہیں کرتے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزار ہم محبّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کا دعویٰ کریں، اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو یہ حب رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک فریب نفس ہے۔ محبوب کی ہر شئ محبوب ہوتی ہے۔ وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہے، جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔

ایک عاشق نے کہا:

اے گل بتو خور سندم ، تو بوئے کسی داری

''اے پھول تو اس لیے بھلا محسوس ہوتا ہے کہ تم سے یار کی خوشبو آتی ہے''

اس گھر کے در و دیوار پر پیار آتا ہے جس میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔

قیس عامری کہتا ہے:

امرّ علی الدیار دیار لیلی + اَقبّلُ ذا الجدار و الجدارا

وما حبُّ الدیار شغفن قلبی + ولکن حبّ من سکَنَ الدیارا

''میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزرتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔ کچھ ایسی بات نہیں کہ اس گھر کے پتھروں اور اینٹوں پر ریجھا ہوا ہوں۔ نہیں! یہ تو اس کی محبت کا تقاضا ہے جو اس گھر میں رہتا ہے''۔

یہ محبت کی عام وارداتیں ہیں۔ محبت تو جہاں بھی ہوگی اس کی برگ وبار بھیہ و ننگے، ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھو۔ صحابہ کرام کو دیکھو! کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ، آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ کے موئے مبارک حتیٰ کہ آپ کا لعابِ دہن بھی انہیں عزیز تھا۔

ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو، اگر اس دل میں اہل بیت کی محبت نہیں پاتے ہو تو یقین کر لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریبِ نفس ہے۔ اگر تم اپنے سینے کو اہل بیت کی محبت و تعظیم سے خالی پاتے ہو تو یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت قلبی ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اگر تمہارے رگ وپے میں اُتر جائے تو ان کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از فضل رب

محبوب کی ہر شئی عزیز ہوتی ہے۔ اس کی گلیاں عزیز، اس کا آستانہ عزیز، اس کا پیراہن عزیز، اس کی جوتیاں عزیز، اس کا گھرانہ عزیز اور اس کے خادم عزیز۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''احبونی لحب اللّٰہ و احبوا اھل بیتی لحبی''

ترجمہ: ''اللہ کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بناء پر میرے گھرانے کے افراد سے محبت کرو''۔ (ترمذی)

نیز فرمایا:

''انا تارک فیکم الثقلین، کتاب اللّٰہ و اھل بیتی''

ترجمہ: ''میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ چلا ہوں، اللہ کی کتاب اور میرے گھرانے کے افراد''۔ (مسلم)

نیزفرمایا: "الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح، من رکبها نجا و من تخلف عنها هلک (مسنداحمد)

ترجمہ: "دیکھو! میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی سی ہے، جواس میں سوار ہوگیا وہ بچ گیا جواس سے دور رہا، ہلاک ہوگیا"۔

نیزفرمایا:"ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما" (ترمذی)

ترجمہ: "کتاب اللہ اور اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، حتیٰ کہ وہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے، پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو"۔

(ریحان عترت، مرتبہ سید نفیس الحسینیؒ،
تحریر: سید ابوبکر غزنویؒ)

■●❖❖❖●■

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

صحابی:

صحابی کی تعریف یہ ہے:

"هو من رأى النبی صلى اللّٰه علیه وسلم مؤمنا به و مات علی الاسلام"

یا "هو من لقی النبی صلى اللّٰه علیه وسلم مؤمنا به و مات علی الاسلام"

ترجمہ: "یعنی وہ شخص جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو یا ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور اس کا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہوا ہو، وہ صحابی ہے"۔

مقام وخصوصیات صحابہ:

تمام انسانوں میں انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام کا درجہ اور مرتبہ ہے۔ وہ بلاشبہ مومن کامل اور صحیح الاسلام تھے۔ قیامت تک کوئی شخص ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند دنیا میں ملی اور

"لاتمس النار مسلماً من رأنی او رای من رانی" (ترمذی)

میں ان کو جنت کی بشارت سنادی گئی۔ صحابہ معصوم تو نہیں مگر معاملہ معصوموں والا فرمایا گیا۔ آج اگر ہم مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کو دیکھیں یا خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو کس قدر خوشی ملتی ہے؟ صحابہ تو وہ خوش نصیب تھے جن کو صحبت و زیارت رسولؐ کی لازوال دولت نصیب ہوئی۔ وہ وحی الٰہی کے بھی مشاہد تھے۔ احکام کے اوّلین مخاطب وہ تھے۔ بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے احکام شریعت کو زبانِ نبوی سے سنا۔ اپنی جان، اپنے مال کو پانی کی طرح بہادیا۔ تمام احکام کو آگے امت تک پہنچایا۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کی صفات جو مذکور ہیں، جیسے مومنین، مسلمین، متقین، صادقین، صدیقین، شہداء، صالحین، قانتین، صابرین، شاکرین، تائبین، عابدین، راکعین، ساجدین، آمرین بالمعروف، ناہین عن المنکر، محسنین، متوکلین، مھتدین، مفلحین وغیرہ۔ ان صفات کا اوّلین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

صحابہ معیارِ حق تھے۔ جیسے فرمایا:

"و اذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس"(صحابہ)

وہ گواہان نبوت ہیں۔ اسلام میں ان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اگر ان کے اس مقام کو مسترد کر دیا جائے تو پھر نبوت اور الوہیت بھی مسترد ہو جائے گی۔

"الصحابہ کلھم عدول". (تمام صحابہ عادل تھے)۔

ان سے سوئے ظن رکھنا نبی کی تربیت کو ناقص کہنے کے مترادف ہے۔ اس طرح نبوت ناقص، وحی الٰہی ناقص اور علم وحی ناقص متصور ہوگا (نعوذ باللہ)۔ صحابہ پر جرح، رسول اللہ ﷺ پر جرح اور رسول پر جرح اللہ پر جرح کے مترادف ہے (نعوذ باللہ)۔

مراتب صحابہ:

مراتب صحابہ درج ذیل ہیں:

1۔ خلفائے راشدین المھدیین　　2۔ عشرہ مبشرہ
3۔ بدری مہاجرین و انصار　　4۔ اہل اُحد
5۔ اہل بیعت رضوان (صلح حدیبیہ)　　6۔ بوقت فتح مکہ

مشاجرات صحابہ:

صحابہ کرامؓ کے درمیان جو اختلافات اور نزاعات پیش آئے ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا

چاہیے اور ہواوہوس اورحب جاہ وریاست اورطلب رفعت ومنزلت سے ان کودور سمجھنا چاہیے، کیونکہ محبت خیرالبشر کی وجہ سے ان کا تزکیہ ہو چکا تھااوران کے نفوس خصائل رذیلہ سے پاک ہو چکے تھے اورحرص اور کینہ سے صاف ہو چکے تھے اور اگران میں صلح تھی تو حق کے لیے تھی اوراگرکوئی جھگڑا تھاوہ بھی حق ہی کے لیے تھا۔ ہرگروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔

اہل سنت والجماعت کامسلک یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی نزاعات اورمشاجرات کے متعلق بالکل سکوت اورخاموشی اختیارکریں، جہاں تک ممکن ہوزبان سےان کاذکرنہ کریں اور اس آیت پرعمل کریں:

﴿ تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون﴾

امام شافعی اورعمربن عبدالعزیز سےمنقول ہے:

''تلک دماء طهر الله عنها ایدینا فلنطهر عنها السنتا''

یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کاپاک رکھا، پس چاہیے کہ ہم اپنی زبانوں کوان کے تذکروں سے پاک رکھیں،ان پرتبصروں سے پاک رکھیں۔

مسلمانوں کوچاہیئے کہ تاریخی کتابوں کودیکھ کرجن کی کوئی سندنہیں،صحابہ سے بدگمان نہ ہوں اور بدگمان ہوکراپناایمان خراب نہ کریں۔قرآن وحدیث میں جوآیاوہ حق ہے اورتاریخی کتابوں میں جو ہے وہ ظنی بھی نہیں بلکہ افواہ کادرجہ ہےاوربے سندافواہوں سےاحکامِ خداوندی میں شک کرنا گمراہی اوربےعقلی ہے۔

نوٹ: اکثرعبارتیں عقائدالاسلام مولانامحمدادریس کاندھلویؒ سےلی گئی ہیں۔

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلافِ آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

صحابہ رضی اللہ عنہم کی باہمی مشاجرات کی عجیب توجیہ

قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نےفرمایا:

بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیامیں مخلوق کوقیامت تک پیش آنے والی تمامی ضروریات دین ودنیاسے باخبرکرنے کے لیےتشریف لائے تھے۔اورظاہرہے کہ وقت اتنی بڑی

تعلیم کے لیے آپ کو بہت ہی تھوڑا دیا گیا تھا، اس تعلیم و تکمیل کے لیے ہر قسم کے حوادثات وواقعات پیش آنے کی ضرورت تھی کہ ان پر حکم اور عمل مراتب ہو، تو دنیا سیکھے کہ فلاں واقعہ میں یوں ہونا چاہیے۔ پس اصول کے درجہ میں کوئی واقعہ بھی ایسا نہیں رہا جو حضرت روحی فداہ کے زمانہ بابرکت میں حادث نہ ہو چکا ہو۔ اب واقعات تھے دو قسم کے، ایک وہ جو منصب نبوت کے خلاف نہیں اور دوسرے وہ جو عظمت شانِ نبوت کے منافی ہیں۔ پس جو واقعات منصب نبوت کے خلاف نہ تھے وہ تو حضرت پر پیش آئے، مثلاً تزویج اور اولاد کا پیدا ہونا، ان کا مرنا، دفنانا، کفنانا وغیرہ وغیرہ۔ تمامی خوشی وغمی کے واقعات حضرت کو پیش آ گئے اور دنیا کو عملاً یہ سبق مل گیا کہ عزیز کے مرنے پر ہم کو فلاں فلاں کام کرنا مناسب ہے اور فلاں نامناسب۔ اور کسی کی ولادت وختنہ ونکاح وغیرہ کی خوشی کے موقع پر یہ بات جائز ہے اور یہ خلاف سنت۔

مگر وہ واقعات باقی رہے جو رسول پر پیش آویں تو عظمت رسالت کے خلاف ہو اور نہ پیش آویں تو تعلیم محمدی ناتمام رہے۔ مثلاً زنا و چوری وغیرہ ہو، تو اس طرح حد وتعزیر ہونا چاہیے، اور باہم جنگ وقتال، نفسانی اغراض پر دنیوی امور میں نزاع ورنجش ہو، تو اس طرح اصلاح ہونی چاہیے۔ یہ امور ذاتِ محمدی پر پیش آنا کسی طرح مناسب نہ تھے اور ضرورت تھی پیش آنے کی۔

لہٰذا حضرات صحابہ نے اپنے نفوس کو پیش کیا کہ ہم خدام وغلام آخر کس مصرف کے ہیں، جو امور حضرت کی شان کے خلاف ہیں وہ ہم پر پیش آویں اور حکم ونتیجہ مرتب کیا جاوے تاکہ تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ سب ہی کچھ پیش آ گیا جو آئندہ قیامت تک آنے والی مخلوق کے لیے رشد وہدایت اور دنیا کے ہر بھلے بُرے کو معلوم ہو گیا کہ فلاں واقعہ میں یہ کرنا اور اس طرح کرنا مناسب ہے، اور یہ کرنا اور اس طرح کرنا نامناسب۔ پر کوئی ہو تو ایسا باہمت جاں نثار جو تکمیل دین کی خاطر ہر ذلت کو عزت اور عیب کو ہنر سمجھ کر نشانۂ ملامت بننے پر فخر کرے اور زبان حال کہے کہ:

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(دشمن کو میسر نہیں کہ وہ آپ کی مبارک تلوار کا شہید بن سکے، دوستوں کے سر اسی لیے سلامت ہیں کہ آپ خنجر آزمائیں)

شہرت و نیک نامی اور عزت و نام آوری سب چاہا کرتے ہیں، مگر اس کا مزہ کسی عاشق سے پوچھو کہ جاں نثاری میں کیا لطف ہے اور کوچہ معشوق کی ننگ و عار کیا لذیذ شے ہے۔

از ننگ چہ گوئی مرا نام ز ننگ ست

وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

سچے عاشق تو اس طرح ہماری تمہاری اصلاح و تعلیم کی خاطر اپنی عزت و آبرو نثار کریں اور ہم ان کے منصف و ڈپٹی بن کر تیرہ سو برس بعد ان کے مقدمات کا فیصلہ دینے کے لیے بیٹھیں اور نکتہ چینیاں کر کے اپنی عاقبت گندی کریں، اس سے کیا حاصل، اگر ان جواہرات سنیہ کے قدرداں نہیں بن سکے تو کم سے کم بدزبانی وطعن ہی سے اپنا منہ بند رکھیں، کہ:

''اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا''

(ماہنامہ نقیب ختم نبوت، مارچ 2019ء بحوالہ تذکرہ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ)

■●❖❖❖●■

خلفاء راشدین

افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادت:

آپ کی ولادت عام الفیل کے ڈھائی برس بعد ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین برس چھوٹے تھے۔

نام، کنیت، لقب:

دورِ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ اسلامی نام عبداللہ ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر اور لقب عتیق و صدیق ہے۔

خاندان:

آپ کے والد کا نام ابوقحافہ عثمانؓ اور والدہ کا نام ام الخیر سلمیٰؓ ہے۔ قریش کی شاخ تیم

سے آپ کا تعلق ہے۔ چھٹی پشت میں سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب الخ۔

عہدِ جاہلیت:

عہد جاہلیت میں بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اس دَور میں بھی شراب کبھی نہیں پی، قمار بازی نہیں کی، کسی بت کے آگے نہیں جھکے۔ حلیم و بردبار مشہور تھے۔ علم الانساب کے ماہر تھے، دیت وخون بہا کے فیصلوں کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی۔ ابتدائی عمر سے جناب رسول اللہ ﷺ سے دوستی تھی۔

قبولِ اسلام:

مَردوں میں سب سے پہلے قبولیت اسلام کا شرف آپ کو نصیب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جس کو دعوتِ اسلام دی اس نے تھوڑی بہت جھجک ضرور محسوس کی لیکن ابوبکرؓ نے بغیر جھجک اسلام قبول کیا۔

ابتلاء وآزمائش:

قبول اسلام کے بعد آپ کو ابتلاء وآزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ کفار نے ان کو اتنا مارا کہ قریب المرگ ہو گئے۔

ہجرت:

ہجرت حبشہ کے لیے روانہ ہو گئے تھے لیکن ابن دغنہ ان کو واپس لے آئے۔ ہجرت مدینہ میں نبوی رفاقت کا پروانہ کلام اللہ کی صورت میں زبان نبوی سے ملا:

﴿ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللّٰه معنا﴾

اس آیت کا ہر ہر حرف اور جملہ شانِ صدیقی اور تعلق نبوی اوران دونوں کی محبت ومودت تقرب الٰہی اور معیت مع اللہ کا اشارہ دے رہا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

فضائل ومناقب:

جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی بھر کی رفاقت ومصاحبت، وزارت، نیابت نے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کمالات و مراتب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا۔ علم و عمل، تقویٰ و طہارت، حلم و بردباری، سخاوت و فیاضی، تواضع و انکساری، ذکاوت و بیداری، عبادت و ریاضت، شجاعت و بہادری، فصاحت، بلاغت، ماہر علم الانساب، صاحب تعبیر الرؤیا، خدمت خلق وغیرہ جیسے فضائل کا پیکر تھے۔

سورۃ اللیل میں انفاق فی سبیل اللہ کی تعریف و توصیف اور رضائے الٰہی کا پروانہ درج ہے۔ اسی انفاق کا ایک اور پروانہ زبان نبوی سے ملا:

"ما نفعنی مال احد قط، ما نفعنی مال ابی بکر"

ترجمہ: "کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا مال ابوبکر نے دیا"۔

ابن دغنہ نے ہجرت حبشہ کرنے سے روکا اور یوں گویا ہوا: "تم جیسا آدمی نہ نکالا جاسکتا ہے نہ نکل سکتا ہے کیونکہ تم ناداروں کی کمائی کا ذریعہ بنتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہو، معاملات میں اعانت کرتے ہو"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے مجھ پر احسان کیا میں نے اس کا بدلہ دے دیا مگر ابوبکر کہ ان کے احسان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں روزِ قیامت مرحمت فرمائیں گے"۔

ایک روایت کے الفاظ میں زبان نبوی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصف یوں بیان ہوا:

"ارحم امتی بامتی ابو بکر"

ترجمہ: "میری امت کے لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ ارحم، میری امت میں ابوبکر ہیں"۔

غلاموں کی آزادی:

غلامان اسلام کو دعوت حق قبول کرنے پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درجن بھر غلام، باندیوں کی گلوخلاصی کرائی۔

رقتِ قلبی:

نہایت رقیق القلب تھے۔ تلاوت قرآن کے وقت آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی، خود بھی روتے دوسروں کو بھی رُلاتے۔ سرد آہ کھینچنے کی وجہ سے آپ کا لقب "اَوَّاہٌ مُّنِیب" ہو گیا

تھا۔نماز ایسے پڑھتے کہ جیسے سوکھی لکڑی گاڑ دی گئی ہو۔

تقویٰ وطہارت:

ان کے غلام نے کہانت کے بدلے والا دودھ ان کو پلا دیا تھا، جب ان کو پتہ چلا تو قے کر دی۔

خوفِ خدا:

خوفِ خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ چڑیوں کو خطاب کرتے فرماتے: ''کاش میں چڑیا ہوتا کہ ان کی طرح نہ حساب نہ کتاب''۔کبھی فرماتے: ''کاش میں درخت ہوتا'' وغیرہ۔

تواضع وسادگی:

ایک نابینا عورت کے گھر کا کام کاج روزانہ کرتے تھے۔محلّہ کے لوگوں کی بکریوں کا دودھ نکالتے تھے۔

شجاعت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ لوگوں سے پوچھا: دنیا کا بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ۔فرمایا: اشجع الناس ابوبکر۔پھر غزوہ بدر میں ان کی شجاعت کی تفصیل بیان کی۔

مقام صدیقیت:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دوشعر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائش پر انہوں نے سنائے۔ مقام صدیقیت کے لیے کافی ہیں۔

و ثانی اثنین فی الغار المنیف و قد
طاف العدو به اذ صعد الجبلا
و کان حب رسول اللّٰه قد علموا
من البریة لم یعدل به رجلا

ترجمہ: ''(اور ابوبکر بلند غار (ثور) میں دو میں سے ایک تھے۔ حالانکہ جب دشمن پہاڑ پر چڑھا تو اس نے ان کا محاصرہ کرلیا تھا۔اور آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے محبوب تھے اور صحابہ نے یہ جان لیا کہ کوئی شخص بھی ان کا حریف نہیں ہے۔

شرکت غزوات:

ہجرت مدینہ سے وفات نبوی تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ تبوک کا وہ مشہور واقعہ ہے جس میں انہوں نے گھر کا سب کچھ لا کر خدمت نبوی میں حاضر کر دیا۔

وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک مسجد نبوی میں نماز پڑھاتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمت کے پہاڑ ثابت ہوئے، خود کو سنبھالتے ہوئے پوری جماعت صحابہ کو دلاسہ دیا اور سورہ ال عمران کی آیات پڑھ کر ان کی رہنمائی کی۔

خلافت:

وصال نبوی کے بعد باجماع صحابہ آپ کی خلیفۃ الرسول ہونے کی حیثیت سے بیعت کی گئی۔

خطبۂ اوّل:

بیعت خلافت کے بعد سب سے پہلے جو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1۔ میں تمہارا امیر بنا دیا گیا لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔
2۔ اچھا کروں تو میری مدد کرنا، بُرا کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔
3۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔
4۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، میں اس کا پہلے شکوہ دور کروں گا۔
5۔ تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، چنانچہ میں اس سے حق لوں گا۔
6۔ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتے ہیں۔
7۔ جس قوم میں بُری باتیں عام ہو جاتی ہیں اللہ ان پر مصیبت کو مستولی کر دیتے ہیں۔
8۔ جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں میری اطاعت کرنا ورنہ اطاعت نہ کرنا۔

کارنامہ ہائے خلافت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور میرے

باپ پر حوادث ومصائب ٹوٹ پڑے۔ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی نازل ہوتے تو ان کو ریزہ ریزہ کردیتے۔ ایک طرف مدینہ کا نفاق تو دوسری جانب عرب کا ارتداد۔

ایسے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ہم مسلمانوں کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوبکر ہم کو عطا فرما کر ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم ہلاک ہوجاتے''۔

وہ کارنامے درج ذیل ہیں:

1۔ جیش اسامہؓ کی روانگی 2۔ اہل بغاوت، مرتدین ومدعیان نبوت کا قلع قمع

3۔ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی 4۔ عراق پر لشکر کشی

5۔ فتوحات شام

نوٹ: مندرجہ بالا کی تفصیل کے لیے ایک مکمل دفتر چاہیئے جس کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہوسکتا۔ تفصیل سیرت صدیق میں ملاحظہ فرمائیں۔

وفات:

22 جمادی الثانی <u>13</u> ھ بروز پیر، مغرب وعشاء کے درمیان وفات پائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یار غار کو یارِ مزار کردیا گیا۔ اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوگئی۔

ھکذانبعث یوم القیامۃ و صاحبی علی الحوض

اولیات صدیقی:

1۔ مَردوں میں سب سے اول اسلام قبول کیا۔

2۔ قرآن مجید کا نام مصحف رکھا۔

3۔ اول جامع القرآن۔

4۔ سب سے پہلے کفار سے لڑے۔

5۔ پہلے خلیفہ راشد۔

6۔ پہلے خلیفہ جنہیں والد کی حیات میں خلافت ملی۔

7۔ سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔

8۔ سب سے پہلے صدر اسلام میں اجتہاد کیا۔

9۔ سب سے پہلے ان کا لقب خلیفہ ہوا۔

10۔ امت محمدیہ میں سب سے پہلے داخلۂ جنت۔

11۔ اسلام میں سب سے پہلے مسجد انہوں نے بنائی۔

12۔ سب سے پہلے مقولہ فرمایا: البلاء مؤکل بالمنطق.

13۔ اسلام میں سب سے پہلے انہیں لقب ملا، عتیق۔

14۔ سب سے پہلے امیر الحج بنائے گئے۔

15۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے نماز کی امامت کرائی۔

16۔ ان کا نفقہ رعایا نے مقرر کیا۔

17۔ جہنم سے نجات کی خوشخبری سب سے پہلے ملی۔

18۔ سب سے پہلے خلیفہ وصحابی جن کی چار نسلوں کو صحبت و بیعت رسول کا شرف نصیب ہوا۔

1۔ عثمانؓ (ابو قحافہ)　2۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

3۔ عبدالرحمٰنؓ　4۔ محمدؓ بن عبدالرحمٰن

ازدواج:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے۔

1۔ ام رومان بنت عامر بن عمیرہ　2۔ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ

3۔ اسماء بنت عمیس　4۔ حبیبہ بنت خارجہ

5۔ ام بکر

اولاد:

آپ کی چھ اولادیں تھیں، تین لڑکے تین لڑکیاں۔

عبدالرحمٰن، عبداللہ، محمد، اسماء، عائشہ، ام کلثوم۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نام:

آپ کا نام دورِ جاہلیت اور اسلام میں عمر ہے۔

کنیت و لقب:

آپ کی کنیت ابو حفص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجویز فرمودہ ہے۔ آپ کا لقب فاروق ہے۔ "ای فارق بین الحق و الباطل"۔ بقول جبریل علیہ السلام یہ لقب زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لقب عطا فرمایا۔

دوسرا لقب مفتاح الاسلام ہے۔ انجیل میں کافی اور توراۃ میں منطق الحق ہے اور جنت میں "سراج اہل الجنۃ" ہے۔

نسب:

خاندان قریش میں بنی عدی سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔

آٹھویں پشت میں سلسلہ نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کے جد امجد کے پاس سفارت و منافرہ کا منصب تھا۔ قبیلوں کے مابینس فیر بن کر جاتے تھے اور منافرہ بمعنی ثالث ہے۔ جن دو قبیلوں کے درمیان افضلیت کا دعویٰ ہوتا تھا ان کے دلائل ترجیح کو سن کر فیصلہ کرتے تھے۔

ولادت:

عام الفیل کے 13 برس بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے 13 سال چھوٹے تھے۔

شباب و عہد جاہلیۃ:

دورِ جاہلیت میں قریش کے اُن 17 آدمیوں میں سے ایک تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی، شہسواری، سفارۃ و منافرۃ جیسے موروثی فنون سے بخوبی واقف

تھے۔ اونٹوں کو چرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دورِ خلافت میں اس چراگاہ سے گزر ہوا تو آبدیدہ ہو گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

قبول اسلام:

حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''مرادِ رسول'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے۔ دعا کی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمرو بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن الخطاب کے ذریعہ سے ظاہری عزت عطا فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا قبول ہوئی۔ اگلے ہی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلے، مگر:

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اپنی بہن فاطمہ کی جرأت ایمانی اور تلاوت اوراق قرآنی سے متاثر ہوئے۔

بقول اقبال:

زشام ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہل نظر را
تو می دانی کہ سوز قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیر عمر را

(خدا کے لیے ہماری شام غریبی کو پھر صبح اُمید سے بدل دے اور قرآن پھر اہل نظر کو پڑھ کر سنا)۔

اے مسلمان خاتون! تجھے معلوم ہے کہ ایک خاتون ہی تھیں (فاطمہ بنت خطاب) جن کی قرأت قرآن کے سوز و گداز نے عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر بدل دی (یعنی وہ ایمان لے آئے اور فاروق اعظم قرار پائے)۔

کوہِ صفا کے قریب دارارقم میں، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی اجابت کا مظاہرہ ہوا، اور مکہ کی پہاڑیاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام پر، اللہ اکبر کی صدا سے گونج اُٹھیں۔

یہ واقعہ سنہ نبوی کے چھٹے سال وقوع پذیر ہوا۔

ہجرت مدینہ:

آپ نے مدینہ منورہ بیس آدمیوں سمیت ڈنکے کی چوٹ پر علی الاعلان ہجرت کی۔

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو بنو سالم کے سردار تھے، سے مواخاۃ ہوئی۔

شرکت غزوات:

غزوہ بدر، سویق، اُحد، بنو نضیر، احزاب، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک ہر سفر میں شریک رہے۔

حلیہ:

گندمی رنگ تھا۔ رُخسار پر گوشت کم تھا۔ داڑھی گھنی تھی، قد لمبا تھا۔

لباس:

معمولی اور سادہ لباس ہوتا۔ صوف کا لباس استعمال کرتے تھے۔ بعض دفعہ اس میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت صحابہ نے قیمتی لباس کا مشورہ دیا تو تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے عزت دی ہے اور وہ ہمارے لیے کافی ہے''۔

غذا:

غذا سادہ ہوتی تھی۔ بے چھنا آٹے کی روٹی ہوتی۔ بعض مہمان یا سفراء اس کھانے کو نہ کھا سکتے تھے کیونکہ اس کے عادی نہ تھے۔

تواضع:

بیوہ عورتوں کے لیے مشکیزے میں پانی بھر لاتے۔ مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف لاتے۔ فوجیوں کے خطوط پڑھ کر ان کے جوابات لکھ دیتے تھے۔ نیچے زمین پر پتھر کا تکیہ رکھ کر سو جاتے۔

خوفِ خدا:

بَسا اوقات تنکا ہاتھ میں لے کر فرماتے: کاش میں تنکا ہوتا، کبھی فرماتے: کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا، کبھی فرماتے: کاش میں بھولا بسرا ایک شخص ہوتا۔

﴿ ان عذاب ربک لواقع﴾ اس آیت کو سن کر ایک ماہ تک بیمار رہے۔

فرماتے: اگر بکری کا بچہ فرات کے کنارے مرجائے تو ڈرتا ہوں مطالبے سے۔

حبِ رسول:

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ اسلام سے پہلے جتنی شدت عداوت میں تھی اس سے بڑھ کر شدت محبت اسلام لانے کے بعد تھی۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، سب سے زیادہ محبت مجھے اپنی ذات سے ہے پھر آپ سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تو آپ کا ایمان نامکمل ہے، جب تک میں سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! اب سب سے زیادہ آپ کی ذات بابرکات مجھے محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**الئٰن تم ایمانک یا عمر**" (اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے)۔

دورِ خلافت:

آپ کا دورِ خلافت 13ھ تا 24ھ ہے جو 10 سال 6 ماہ 18 دن ہے۔

فتوحات:

آپ کے دورِ خلافت میں 2251030 مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔ جس میں شام، فارس، مصر، عراق، جزیرہ، خوزستان، آرمینیہ، آذربائیجان، کرمان، مکران (بلوچستان) شامل ہیں۔

قیصر و کسریٰ کا زوال آپ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔

شہادت:

فیروز ابولؤلؤ مجوسی نے خنجر کے وار سے نماز فجر کی امامت کراتے زخمی کیا۔ تیسرے دن یکم محرم الحرام 24ھ میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ باجازت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، روضۂ اطہر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

ازواج و اولاد:

آپ نے یکے بعد دیگرے متعدد نکاح کیے۔ زینب بنت مظعون، قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی، ملیکہ بنت جرول الخزاعی، جمیلہ بنت عاصم، ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہراء، ام حکیم بنت الحارث، فکیہہ سے نکاح ہوئے۔

اولاد میں سے حضرت حفصہ رض، عبداللہ رض، عبیداللہ رض، عاصم، عبدالرحمٰن، زید، مجیر قابل ذکر ہیں۔

موافقات عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء میں کئی آیات نقل فرمائی ہیں کہ یہ وہ آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چاہت کے موافق نازل فرمائیں:

1۔ نزول آیت حجاب (احزاب)

2۔ مقام ابراہیم کا جائے مصلیٰ ہونا (البقرہ:125)

3۔ (تحریم:4)

4۔ (تحریم:5)

5۔ (النساء:83)

6۔ قتل اُساریٰ بدر (انفال)

7۔ جنازہ عبداللہ بن اُبی بن سلول (توبہ:84)

8۔ (مؤمنون:12 تا14)

9۔ عداوت للجبریل (بقرہ:97)

10۔ ابتدائی حکم برائے شراب (بقرہ:219)

11۔ دوسرا حکم برائے شراب (النساء:43)

12۔ تیسرا حکم برائے شراب (المائدہ:90)

13۔ اوقاتِ تخلیہ میں استیذان کا حکم (النور:58)

14۔ قلیل من الاٰخرین کے نزول کے بعد تمنا، اخرین کے بڑھنے کی توثلۃ من الاٰخرین (واقعہ:39-40)

اولیات عمر رضی اللہ عنہ:

1۔ سب سے پہلے آپ کے لیے امیر المؤمنین کا لقب استعمال ہوا۔

2۔ فاروق کا لقب بھی آپ کو سب سے پہلے ملا۔

3۔ ہجری سنہ آپ نے مقرر کیا۔

4۔ بیت المال آپ کی ذات سے وجود میں آیا۔

5۔ تراویح باجماعت آپ نے شروع کرائی۔

6۔ رات کا گشت آپ نے شروع کیا۔

7۔ چار تکبیرات جنازہ کا آغاز آپ نے کیا۔

8۔ دفاتر، وزارتیں آپ نے قائم کیں۔

9۔ مال وراثت کی تقسیم کا نفاذ آپ نے کیا۔

10۔ قاضیوں کا تقرر آپ نے کیا۔

11۔ شہر بسائے (کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر، موصل)۔

12۔ محصول وچونگی کی ابتداء آپ نے کی۔

13۔ ہجو کرنے والوں کو سزائیں سب سے پہلے آپ نے دیں۔

14۔ انتظامیہ وعدلیہ، مالیات کو الگ الگ کیا۔

15۔ محکمہ آبپاشی آپ نے قائم کیا، نہریں کھدوائیں۔

16۔ محکمہ دفاع قائم کیا۔

17۔ محکمہ ڈاک قائم کیا۔

18۔ کتابت قرآن مجید کی جانب سب سے پہلے توجہ مبذول کرائی۔

19۔ خراج کا طریقہ ایجاد کیا، وغیرہ۔ بعض سیرت نگاروں نے 45 تک اولیات بیان کی ہیں۔

■●❖❖❖●■

امام عادل وراشد، خلیفۂ مظلوم، داماد نبی، ذوالنورین سیدنا عثمان بن عفان الاموی القریشی رضی اللہ عنہ

نام، نسب اور خاندان:

آپ کا نام عثمان اور کنیت ابو عبداللہ اور ابو عمرو ہے۔ والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی ہے۔ آپ کا تعلق قریش کی شاخ بنو امیہ سے ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب دونوں والدین کی طرف سے پانچویں پشت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ کی نانی ام حکم یا ام حکیم، بیضاء بنت عبدالمطلب زوجہ کریز بن ربیعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں۔

ولادت:

واقعہ فیل کے چھٹے سال اور 47 سال قبل ہجرت مدینہ 577ء مکہ میں پیدا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھ سال چھوٹے تھے۔

قبول اسلام:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر آپ نے اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے بارگاہِ رسالت میں حاضری دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عثمان! میں مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں، تم خدا کی جنت کو قبول کرو“۔ چنانچہ آپؓ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ چوتھے نمبر پر ہیں۔

جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو آپؓ کا چچا الحکم آپ کو رسی سے باندھتا اور مارتا تھا اور کہتا تھا کہ اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تو اپنے اس مذہب کو ترک نہ کردے۔ آپ بھی فرماتے، بخدا میں اس دین کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔

نکاح:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیا۔ ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

2ھ بموقع غزوہ بدر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ یوں ان کا لقب ”ذوالنورین“ ہوگیا۔

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری کوئی بن بیاہی بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیتا۔

ہجرت حبشہ:

جن 83 نفوس قدسیہ نے اسلامی تاریخ میں سب سے پہلی ہجرت بجانب حبشہ کی تو ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھے۔

ہجرت مدینہ:

دوسری دفعہ ہجرت مدینہ طیبہ کی جانب مع اہل وعیال کی۔

شرکت غزوات:

غزوہ بدر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک نہ

ہو سکے، باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

صلح حدیبیہ:

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے انہیں سفیر بنا کر بھیجا۔ افواہ مشہور ہوئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ سو صحابہ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کہلاتی ہے۔ ان 1800 صحابہ کو بخشش کا پروانہ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللهُ الخ﴾ کی صورت میں ملا۔

سب سے بڑی بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اس طرح خود ان کی طرف سے اپنے ہاتھ سے بیعت لی۔

نیابت رسول:

غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

غزوہ تبوک:

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کار خیر میں بڑا حصہ لیا۔ سب سے زیادہ راہِ خدا میں خرچ کیا۔ اسی موقعہ پر دو فرمانِ نبوی آپ کے بارے میں صادر ہوئے:

(i) ما علی عثمان من عمل بعد الیوم (ترمذی)

ترجمہ: ''آج کے بعد عثمان پر کوئی اور عمل لازم نہیں ہوتا''۔

(ii) اے اللہ! میں عثمان سے خوش ہوں، تو بھی اس سے راضی رہ۔

ذاتی حالات وصفات:

آپ کا رنگ سفید، زردی مائل تھا۔ خوبصورت اور خوش قامت تھے، بال سیدھے تھے، گھنگھریالے نہ تھے۔ ناک اُبھری ہوئی، سینہ چوڑا، کندھوں کی ہڈیاں چوڑی، داڑھی گنجان، زلف دراز۔

لباس عمدہ ہوتا تھا، یمنی چادریں استعمال کرتے تھے۔ خزیرہ پسندیدہ غذا تھی۔ بکری کی کلیجی، دل، دودھ پسند تھے۔

جود و سخا میں کوئی ہم سر نہ تھا۔ بیر رومہ 30 ہزار درہم کا خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔ مسجد نبوی کی توسیع میں 25 ہزار درہم خرچ کیے۔

حیاء کے پیکر تھے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اصدق امتی حیاء عثمان" (میری امت میں حیاء میں سب سے زیادہ سچا عثمان ہے)

یہ بھی فرمایا: "میں اس سے کیوں نہ حیاء کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں"۔

آپ سلیم الفطرت تھے۔خود فرماتے کہ دورِ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی شراب نہیں پی، نہ زنا کیا، نہ گانے بجانے کی محفل میں شریک ہوا، نہ کبھی کسی کو قتل کیا۔

صائم الدھر تھے، حتیٰ کہ شہادت بھی روزے کی حالت میں ہوئی۔ رات بھر نوافل پڑھتے، وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن مجید مکمل تلاوت کیا۔

ادب واحترام نبوی کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ ید بیعت رضوان سے کبھی عضو خاص کو نہ چھوا، مدینہ طیبہ کو خون آلود نہ ہونے دیا۔رقیق القلب تھے، جنازہ وقبر کو دیکھ کر خوب روتے تھے۔

آپ کاتب الوحی تھے۔دورِ جاہلیت میں بھی ان کا شمار پڑھے لکھے لوگوں میں ہوتا تھا۔ استخلاف عمر رضی اللہ عنہ کی دستاویز انہوں نے لکھی تھی۔ ان کے عظیم الشان کارناموں میں ایک عظیم الشان کارنامہ جمع قرآن واشاعت قرآن بھی ہے۔

عہدِ خلافت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے جن چھ ناموں کا انتخاب کیا ان میں آپ کا اسم گرامی بھی تھا۔

آپ کے دورِ خلافت میں فتوحات وتوسیع مملکت کا سلسلہ لیبیا، تیونس، اندلس، خراسان، سیستان، کابل، آذربائیجان، آرمینیا تک پھیلا۔

شہادت:

18 ذوالحجہ 35ھ بروز جمعہ، مفسدین نے بحالت تلاوت شہید کیا۔حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قریب البقیع مدفون ہوئے۔

امام الاشجعین، دامادِ مصطفیٰ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ولادت:

بعثت نبوی سے دس سال قبل آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ایک تاریخی روایت کے مطابق آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

خاندان:

آپ قریش کی شاخ بنوہاشم سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاداور داماد ہیں۔ آپ کے والدابوطالب بن عبدالمطلب اور والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔آپ نجیب الطرفین ہیں۔

کنیت ولقب:

آپ کی کنیت ابوالحسن،ابوتراب ہےاورلقب اسداللہ،المرتضیٰ،حیدرکرار ہے۔

کفالتِ رسول:

آپ نے 9یا10 سال کی عمرمیں کلمہ شہادت پڑھا۔بچوں میں سے اوّلیت اسلام کا شرف آپ کوحاصل ہوا۔آپ بچپن سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہے۔

ہجرت:

جس رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی،اپنے بستر پرحضرت علی رضی اللہ عنہ کوسلایا اورفرمایا،تمہیں کوئی گزندنہیں پہنچائے گا۔

آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کولوگوں کی امانتیں سپرد کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا۔تین دن کے بعدحضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ رات کوسفرکرتے، دن کوچھپ جاتے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے آپ کے پاؤں پھٹ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگایا اور دست مبارک بھی پھیرا،پھرپوری زندگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پاؤں میں دردنہیں ہوا۔

مؤاخات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مؤاخاۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قائم فرمائی۔ایک روایت کے

مطابق حضرت سھل بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے مؤاخات کرائی۔

عقد نکاح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے دوسرے سال کر دیا۔

شرکت غزوات:

آپ نے غزوہ بدر سے فتح مکہ کے تمام غزوات میں شرکت کی۔

غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار ذوالفقاران کے ہاتھ میں دی۔ اس غزوہ میں انہوں نے ولید بن عتبہ کو واصل جہنم کیا۔

غزوہ اُحد میں حضرت مصعب بن عمیر کی شہادت کے بعد علم آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔

غزوہ احزاب میں عمرو بن عبدودّ کو واصل جہنم آپ نے کیا۔

خیبر کی فتح کا سہرا بھی آپ کے سر سجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ کل میں جھنڈا اس کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا پسندیدہ ہے اور اسی کے ہاتھ یہ قلعہ فتح ہوگا۔

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نائب مقرر کیا۔

نیابت رسول:

9ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا تو سورہ برأت کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ 10 ذی الحجہ کو ان باتوں کا اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں 37 اونٹ ذبح کیے۔

دورِ خلافت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت 35ھ سے 40ھ تک ہے جو تقریباً پانچ سال کا عرصہ ہے۔

اولاد:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ

حضرت محسن بھی پیدا ہوئے جو بچپن میں وفات پا گئے۔ صاحبزادیوں میں حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج سے آپ کی کئی اولادیں ہوئیں:

عباس، جعفر، عبداللہ، عثمان، عبیداللہ، ابوبکر، محمد اصغر، یحییٰ، عمر، محمد اوسط، محمد اکبر لڑکے ہوئے اور رقیہ، ام الحسن، رملہ الکبریٰ، ام کلثوم تین لڑکیاں ہوئیں۔

فضائل ومناقب:

آپ کو دنیا سے بے رغبتی تھی۔ خشیت الٰہی کا پیکر تھے۔ ایک معلم و مربی و مصلح تھے۔ آپ قوتِ فیصلہ رکھتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقضاھم علی فرمایا۔ خصائص رسول سے گہری واقفیت اور مزاج شناسی رکھنے والے تھے۔ شجاع اور دلیر تھے۔ دل کی مضبوطی اور ارادہ کی پختگی رکھتے تھے۔ ملنسار، دلنواز، نرم خو طبیعت والے تھے۔ علوم ظاہریہ و باطنیہ کی نشر و اشاعت آپ کا خصوصی مشغلہ تھا۔ طاعت و عبادت میں خوف و خشیتِ الٰہی کا پیکر تھے۔

دوسرے خلفاء کی نسبت آپ کے فضائل ومناقب زیادہ منقول ہیں۔ اس کی وجہ علماء نے یہ بتلائی ہے کہ بنوامیہ کے دَور میں لوگ آپ سے بغض رکھتے تھے، اس لیے علماء حق بکثرت آپ کے فضائل ومناقب کو بیان کرتے تھے۔ اس موضوع پر اس وقت بہت رسائل بھی تصنیف کیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے محبّ اور محبوب ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رحم اللّٰہ علیا اللھم ادر الحق معہ حیث دار (ترمذی)

ترجمہ: "اللہ کی رحمت علی پر ہو۔ اے اللہ! آپ حق اور سچائی کو ان کے ساتھ دائر و سائر کر دے"

آپ کو زبانِ نبوی سے علی فی الجنۃ (علی جنتی ہیں) کے الفاظ میں عشرہ مبشرہ والی حدیث میں جنت کی بشارت ملی۔

ان کے علاوہ اور روایات میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں جن کا احصاء یہاں مقصود نہیں۔

شہادت:

17 رمضان المبارک 40ھ بوقت نماز فجر عبدالرحمٰن ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر کے شدید زخمی کیا اور 20 رمضان المبارک 40ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور کوفہ کے دارالامارہ میں دفن ہوئے۔

اولیات علی رضی اللہ عنہ:

1۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ مسلمان ہوئے۔

2۔ صرف ونحو کے قواعد کی تدوین آپ نے کرائی۔

3۔ عقائد، علم الکلام، علم قضاء، فقہ کے ضوابط واصول کی تدوین آپ نے کرائی۔

4۔ ہجرت نبوی کو تقویم اسلامی کی اصل قرار دی جائے۔ یہ رائے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دی۔

■●❖❖❖●■

سراج الائمۃ، امام اعظم، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ

ولادت:

آپ کی ولادت 80ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

نام، کنیت، لقب:

آپ کا نام نعمان، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔

خاندان:

آپ فارسی النسل ہیں۔آپ کے والد کا نام ثابت، دادا کا نام زُوطی اور پڑدادا کا نام ماہ ہے (نعمان بن ثابت بن زُوطی بن ماہ)۔بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے:

نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان۔

آپ کے دادا زُوطی کا تعلق کابل یا اہل بابل سے تھا جو بنوتیم اللہ کا مملوک تھا، پھر آزاد ہوا اور بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا۔ثابت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیے گئے، آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی، اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔

تابعی:

آپ تابعی ہیں۔انس بن مالک، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما وغیرہ کا زمانہ پایا اور ان کا دیدار کیا۔خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن جوزی، نووی، ذہبی، ابن حجر مکی، سیوطی رحمہم اللہ نے آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔بعض نے تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو تبع تابعی کہا ہے لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل وغلط ہے۔

تحصیل علم:

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد تجارت میں مشغول تو ہوئے

لیکن تحصیل علم کی لگن اور جذبہ کی وجہ سے اپنے شیخ حضرت حمادؒ کی صحبت میں اٹھارہ سال رہے اوران سے زیادہ تر استفادہ کیا۔

آپ کے مشائخ اور تلامذہ بہت زیادہ ہیں جن کا احصاء اس مختصر مضمون میں مشکل ہے۔

اساتذہ:

حماد بن ابی سلیمان، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، ابن شھاب الزھری، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، عبداللہ بن دینار، علقمہ بن مرثد، عطاء بن ابی رباح، اسماک بن حرب، ہشام بن عروہ، منصور بن المعتمر رحمہم اللہ وغیرہم۔

چند تلامذہ:

ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر، حسن بن زیاد، ابو مطیع بلخی، وکیع بن الجراح، عبداللہ بن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ۔

خصوصیات:

1۔ آپ تابعی تھے۔
2۔ حدیث ثریا کا مصداق بقول علماء، آپ ہیں۔
3۔ فقہ اسلامی کی تدوین سب سے پہلے آپ نے کی۔
4۔ فقہ اسلامی کی تدوین مشاورت فقہاء سے کی۔ جن کی تعداد 40 تھی۔
5۔ قرآن وحدیث سے بارہ لاکھ ستر ہزار مسائل اخذ کیے۔
6۔ عہدہ قضاۃ آپ نے شروع کرایا۔

ثریا:

ستاروں کے ایک مجموعے کو عربی میں ثریا اور اُردو میں پروین کہتے ہیں۔ خالی آنکھ میں یہ 6 اور دوربین میں 100 اور بڑی دوربین میں 625 ستارے نظر آتے ہیں۔ حدیث ثریا کے الفاظ حدیث میں مختلف آتے ہیں۔

لو کان الایمان عند الثریا / لو كان العلم معلقا عند الثريا / لو كان الدين معلقا بالثريا. آگے آتا ہے: **لتناوله رجال میں ابناء فارس / لتناوله رجل من فارس.**

حدیث کی اس پیشین گوئی کا مصداق علماء نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کو قرار دیا ہے۔شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ اس حدیث کے حکم میں داخل ہیں۔علماء شوافع مثل حافظ سیوطیؒ ،ابن حجر مکیؒ وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام صاحب کی طرف اشارہ ہے۔

اولاد واحفاء:

آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حماد تھا، پھران کے چار بیٹے ہوئے۔
اسمٰعیل،ابوحیان،عثمان،عمر۔

حلیہ:

طویل القامت، گندمی رنگت اور حسین چہرے والے تھے۔ ہمیشہ اچھا لباس پہنتے تھے۔ عطر کا استعمال کثرت سے کرتے تھے۔

تلاوت وعبادت:

ساری رات حالت قیام میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھتے تھے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔نماز میں اتنا روتے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس ورحم آتا تھا۔ رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن مجید کا ختم کرتے تھے۔ایک روایت کے مطابق پوری زندگی میں سات ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا۔ پچپن بار حج کی سعادت نصیب ہوئی۔روزے کثرت سے رکھتے تھے۔آپ سخی تھے،صدقہ وخیرات کثرت سے کرتے تھے، جتنا خرچ گھر پر کرتے اتنا ہی صدقہ کرتے۔ان کی سیرت کی کتابوں میں واقعات کثرت سے درج ہیں۔

ورع وتقویٰ:

آپ کے ورع اور تقویٰ کا ایک یہ واقعہ ہی کافی ہے کہ اہل کوفہ کی بکریوں سے دیہات والوں کی بکریوں کا اختلاط ہو گیا۔آپ نے اہل تجربہ سے بکری کی عمر بارے پوچھا۔انہوں نے بکری کی عمر سات سال بتائی،لہٰذا آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔

وفات:

ابن ہبیرہ بنواُمیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔ اس نے امام صاحب کو قاضی بنانا چاہا، آپ نے انکار کیا۔ ہر روز دس کوڑے مارے جاتے، گیارہ دنوں تک 110 کوڑے

مارے گئے۔آپ انکار پر قائم رہے، بالآخر رہا کیا گیا۔

اس کے بعد خود منصور خلیفہ نے قاضی بنانا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔منصور نے قاضی بنانے کی اور امام صاحب نے نہ بننے کی قسم کھالی۔آپ نے فرمایا، میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا، آپ جھوٹ بولتے ہیں۔فرمایا: پھر جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔لہٰذا آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔جیل میں آپ کو زبردستی زہر پلایا گیا۔ظاہری سبب موت یہی ہوا۔

آپ کی وفات سجدہ کی حالت میں ہوئی۔یوں:

"اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد (مسلم)

پر عمل پیرا ہو کر ظاہری و باطنی قرب الٰہی نصیب ہوا۔

14 رجب 150ھ کو وفات پائی۔قاضی القضاۃ بغداد حسن بن عمارہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بغداد کے خیرزان قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔کثرت اژدھام کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ پانچ یا چھ مرتبہ پڑھی گئی۔

■●❖❖❖●■

امام دارالہجرۃ، حضرت ابوعبداللہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ

ولادت:

آپ کی ولادت میں مختلف اقوال ہیں۔90ھ، 93ھ، 94ھ، 95ھ، 97ھ میں ولادت ہوئی۔آپ تین سال تک ماں کے پیٹ میں رہے اور تبع تابعین سے ہیں۔

اساتذہ:

نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ، محمد بن المنکدر ر، زہری وغیرہ رحمہم اللہ۔

تلامذہ:

ابن جریج، اوزاعی، ثوری، ابن عیینہ، شعبہ، ابن المبارک، امام شافعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

توقیر حدیث:

آپ درس حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب درس حدیث کا ارادہ کرتے تھے

تو وضو کرتے، عمدہ لباس پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا، میں حدیث رسول کی توقیر کے لیے ایسا کرتا ہوں۔

بعض نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ غسل کرتے اور بخور وخوشبو استعمال کرتے اور نہایت ادب سے درس حدیث کے لیے بیٹھ جاتے اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے۔ اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو منع فرماتے اور سورۂ حجرات کی آیت تلاوت فرماتے:

﴿ یایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی. الخ﴾

فرماتے، جس نے درس حدیث میں آواز بلند کی تو وہ ایسا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سے زیادہ اپنی آواز بلند کی۔

مصداق حدیث:

ایک حدیث میں امام مالکؒ کے بارے میں پیشین گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے:

" عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، یوشک ان یضرب الناس اٰباط المطی فی طلب العلم فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ" (رواہ الترمذی و قال حدیث حسن)

علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ ہیں۔

امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لاادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ آپ کثرت سے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھتے تھے۔ گویا صاحب حضوری تھے۔ صاحب حضوری اس بزرگ کو کہا جاتا ہے جسے روزانہ خواب میں زیارت نبی نصیب ہوتی ہو۔ (مقدمہ شرح بیضاوی)

درس وافتاء:

سترہ سال کی عمر میں تدریس وافتاء شروع کر دیا۔ ستّر علماء کی شہادت کے بعد افتاء کیا۔ ان کے اساتذہ بھی ان سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے۔

عبادت:

روزانہ رات کو عبادت کرتے تھے اور خاص طور پر لیلۃ الجمعۃ کو پوری رات جاگتے۔ عبادت تنہائی میں کرتے تھے کہ شہرت نہ ہو۔

ادب مدینہ:

مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے تھے۔

حلیہ:

رنگ سفید، قد لمبا، نہایت وجیہ، حسین وشکیل تھے۔

تصانیف:

1۔ مؤطا 2۔ کتاب النجوم وحساب مدار الزمان ومنازل القمر

3۔ التفسیر لغریب القرآن۔ 4۔ کتاب السر

5۔ چند رسائل لکھے

(i) رسالہ فی القدر (ii) رسالہ فی الاقضیہ

(iii) رسالہ فی الاداب المواعظ (iv) رسالہ فی اجماع المدینۃ

اولاد:

دولڑکے (یحیٰ اور محمد) تھے اور ایک لڑکی (فاطمہ) تھی۔

وفات:

ماہ صفر 179ھ میں وفات ہوئی۔

مدفون:

جنت البقیع مدینۃ المنورہ میں مدفون ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

ولادت:

آپ کی ولادت 150ھ میں ملک شام کے شہر غزہ یا عسقلان میں ہوئی۔ ان دونوں کی مسافت بیت المقدس سے تیس میل ہے۔ اسی سال امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ جب آپ دو سال کے ہوئے تو مکہ مکرمہ لائے گئے۔

یتیمی:

آپ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اورغربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔

تعلیم:

مسلم بن خالدؒ وغیرہ سے مکہ مکرمہ میں علم فقہ حاصل کیا۔آپ تیرہ سال کی عمر میں امام مالکؒ کے پاس لائے گئے۔پھر یمن،عراق،بغداد گئے۔

آپ کی والدہ کا نکاح امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے ہوا۔اس لئے ان سے اوران کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا۔

خود فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بار برابر حدیثیں لکھی ہیں۔اگر وہ نہ ہوتے تو علم میں میری زبان اتنی نہ کھلتی۔تمام اہل علم فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں اوراہل عراق کوفہ کے عیال ہیں اوراہل کوفہ ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔

اساتذہ:

مالک بن انس،سفیان بن عیینہ،محمد بن حسن شیبانی،اسمٰعیل بن قسطنطین،محمد بن علی بن شافع مکی،مسلم بن خالدالزنجی،ابراہیم بن ابویحییٰ اسلمی وغیرہم۔

تلامذہ:

حسن بن محمد زعفرانی،امام احمد بن حنبل،ابوثور ابراہیم بن خالد،حسین بن علی کرابیسی،اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی،ربیع بن سلیمان جیزی،حرملہ بن یحییٰ،یونس بن عبدالاعلیٰ،یوسف بن یحیٰ بویطی وغیرہم۔

تدریس:

آپ نے بغداد،مصر میں تدریس کی۔

صفات:

نہایت ذہین وفطین اور صاحب فہم وفراست تھے،نیز فصاحت وبلاغت میں

مشہور تھے۔ زہدو بے نیازی وصف خاص تھا۔سخاوت کے پیکر تھے۔خوش مزاج تھے۔ ہررات ایک ختم قرآن پڑھتے تھےاور رمضان المبارک میں دوختم پڑھتے تھے۔

خوبصورت تھے، لباس وغذا کا خاص اہتمام کرتے تھے۔خوشبو کثرت سے استعمال کرتے تھے۔طبیعت میں نفاست ونزاکت تھی۔

اولاد:

آپ کے دو بیٹے تھے۔ابوعثمان محمد، ابوالحسن محمد۔

وفات:

بعمر 54 سال 204ھ میں مصر میں وفات پائی۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ولادت:

آپ کی ولادت ربیع الاول 164ھ میں بغداد شہر میں ہوئی۔

خاندان:

آپ کے والد کا نام محمد اور دادا کا حنبل اور پردادا کا ھلال تھا۔

امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے، کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حنبل ان کے والد تھے حالانکہ ایسانہیں ہے۔اصل میں یہ مروزی ہیں، والد بغداد تشریف لائے اورآپ کی پیدائش یہاں ہوئی۔پوری زندگی یہیں رہے اور بغداد ہی میں وفات ہوئی۔آپ عربی النسب تھے۔

تحصیل علم:

دینی علوم کے حصول کے لیے آپ مکۃ المکرّمہ، مدینۃ المنورہ،شام،یمن،کوفہ،بصرہ، جزیرہ تشریف لے گئے۔

اساتذہ:

امام شافعی، سفیان بنوعیینہ، ابراہیم بن سعد، یحیٰی القطان، ہشیم، وکیع، ابن مھدی،

عبدالرزاق رحمہم اللہ وغیرہ۔

تلامذہ:

علی بن مدینی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، بغوی ابن ابی الدنیا، ابوحاتم رازی، موسیٰ بن ہارون، دارمی، ابراھیم حربی وغیرہ رحمہم اللہ۔

علم وفضل:

آپ کا حافظہ قوی تھا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ احمد میں آٹھ امامت کے خصائل تھے۔ وہ امام الحدیث، امام فی الفقہ، امام فی اللغۃ، امام فی القرآن، امام فی الفقر، امام فی الزھد، امام فی الورع، امام فی السنۃ تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی جو ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل تھی۔

تلاوت:

آپ کثیر التلاوۃ تھے۔ ہفتے میں دو ختم قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو، ایک دن کو۔ مکہ مکرمہ کے سفر میں ایک رات میں مکمل قرآن مجید تلاوت کیا کرتے۔

زہد:

آپ زاہد کبیر تھے۔ دولت دنیا آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی مگر آپ ٹھکرا دیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے عہدوں کو قبول نہ کیا۔

وفات:

آپ 12 ربیع الاول <u>241</u>ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت چاشت بغداد میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے 77 سال عمر پائی۔

نماز جنازہ:

تاریخ اسلام میں اتنی کثیر تعداد کسی کے جنازے میں شریک نہیں ہوئی جتنی امام احمدؒ کے جنازہ میں تھی۔ پچیس لاکھ انسان شریک ہوئے۔

مدفون:

آپ بغداد میں مدفون ہیں۔

ائمة المحدثین

حضرت محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ

ولادت:

آپ کی ولادت 13 یا 14 شوال 194ھ بروز جمعہ، بعد نماز جمعہ بخارا میں ہوئی۔

نام ونسب:

محمد بن اسمٰعیل بن ابراھیم بن المغیر ہ بن بَرُ دِزبہ بردزبہ اور مغیرہ مجوسی تھے۔ مغیرہ بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ولاء اسلام کی وجہ سے مغیرہ کو جعفی کہا جاتا تھا، اسی وجہ سے امام بخاریؒ کو بھی جعفی کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد اسمٰعیل ثقہ محدثین اور علماء اتقیاء میں سے تھے۔ آپ کی والدہ بڑی عبادت گزار اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ قسطلانی نے لکھا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ بچپن ہی میں نابینا ہوگئے تو ان کی والدہ نے بہت دعائیں کیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو خواب میں فرمایا، تیرے بیٹے کی نظر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے لوٹا دی ہے، چنانچہ والدہ نے امام بخاری کو دیکھا تو آپ بینا ہو چکے تھے۔

تحصیل علم:

دس سال کی عمر سے دوران حفظ قرآن آپ نے احادیث کو حفظ کرنا شروع کر دیا تھا۔
بقول علامہ قسطلانی کے امام بخاریؒ کو بچپن میں ستّر ہزار احادیث یاد تھیں۔

حصول علم کے لیے امام بخاریؒ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، الجزائر، بصرہ، کوفہ، بغداد، بلخ، نیشاپور غرضیکہ پوری اسلامی دنیا کا سفر کیا اور تقریباً ایک ہزار اسّی محدثین سے علم حاصل کیا۔

اساتذہ:

اساتذہ مکہ: ابوالولید احمد بن محمد ازرقی، امام حمیدی، حسان بن حسان بصری، خلاد بن یحییٰ، عبدالرحمٰن مقری۔

اساتذہ مدینہ: عبدالعزیز اُویسی، ایوب بن سلیمان بن بلال، اسمٰعیل بن ابی اُویس۔

اساتذۂ بصرہ: ابوعاصم النبیل، محمد بن عبداللہ انصاری، عبدالرحمٰن بن حماد، محمد بن عرعرہ، حجاج بن

منہال،عبداللہ بن رجاء غدانی،عمر بن عاصم کلابی۔

اساتذۂ کوفہ: عبیداللہ بن موسیٰ، ابونعیم، احمد بن یعقوب، اسمٰعیل بن ابان، خالد بن مخلد، سعید بن حفص، طلق بن غنام، عمرو بن حفص، قبیصہ بن عقبہ، ابوغسان، خالد بن یزید المقری۔

اساتذۂ بغداد: امام احمد بن حنبل، محمد بن اسحٰق، محمد بن سابق، محمد بن عیسیٰ بن الطباع، سریج بن النعمان۔

اساتذۂ شام: محمد بن یوسف فریابی، ابونصر اسحٰق بن ابراہیم، آدم بن ابی ایاس، ابوالیمان الحکم بن نافع، حیوۃ بنی شریح، علی بن عباس، بشر بن شعیب۔

اساتذۂ مصر: عثمان بن صالح، سعید بن ابی مریم، عبداللہ بن صالح، احمد بن صالح، احمد بن شعیب، اصبغ بن الفرج، سعید بن عیسیٰ، سعید بن من کثیر، احمد بن اشکاب، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر، اسمٰعیل بن عبداللہ الرقی۔

اساتذہ بلخ: مکی بن ابراھیم، یحییٰ بن بشر، قتیبہ، یحییٰ بن موسیٰ۔

اساتذہ ہرات: احمد بن ابی الولید حنفی۔

اساتذۂ نیشاپور: یحییٰ بن یحییٰ، بشر بن الحکم، اسحٰق بن راہویہ، محمد بن رافع بن یحییٰ ذہلی۔

بے مثال حافظہ:

مولانا محمد عبدالمعبود صاحب تذکرہ مصنفین صحاح ستہ میں تحریر فرماتے ہیں:

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کواللہ تعالیٰ نے قوتِ حافظہ انتہائی اعلیٰ عطا فرمائی تھی۔اس زمانہ میں ان کی قوتِ حافظہ ضرب المثل تھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بصرہ کے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حلقہ درس میں حدیث حاصل کرنے کی غرض سے بیٹھتے۔ معمول یہ تھا کہ جب استاذ حدیث بیان کرتے تو تمام طلباء احادیث لکھا کرتے تھے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے استاد سے احادیث سنتے رہتے تھے، لکھتے نہیں تھے۔

رفقاء درس بطور طعن کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کرتے تھے کہ آپ خواہ مخواہ

وقت ضائع کرتے ہو۔ احادیث لکھتے نہیں ہو، جب لکھتے نہیں تو پھر یاد کیسے کروگے۔ جب رفقاء کی چھیڑ چھاڑ زیادہ ہوئی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب تک لکھی ہوئی احادیث لاؤ، کتنی لکھ چکے ہو؟ اس وقت تک پندرہ ہزار احادیث لکھی جا چکی تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک کرکے پندرہ ہزار احادیث زبانی سنا دیں، جس سے تمام رفقاء ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ پھر تو حدیثیں لکھنے والے اپنے نوشتوں کی تصحیح کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حفظ پر اعتماد کرنے لگے۔

اس طرح ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے۔ چونکہ وہاں کے اہل علم حضرات نے ان کے علم کی شہرت سن رکھی تھی۔ انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لینے کی ایک ترکیب اختیار کی کہ ایک سو احادیث دس علماء مجمع میں پڑھیں، لیکن متون اور اسانید میں تبدیلی کر دیں۔ ایک حدیث کا متن دوسری سند کے ساتھ اور دوسری سند کو دوسرے متن کے ساتھ ملا دیں۔

جب امام صاحب تشریف لائے تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر دس احادیث بمعہ اسناد کے پیش کیں، جن میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔ امام صاحب نے ہر ایک حدیث کے جواب میں فرمایا: **لا اعرفه**۔ پھر دوسرے آدمی نے اسی طرح دس حدیثیں پڑھیں جن کی سندیں اور متن میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔ آپ نے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا۔ **لا أعرفه**۔ حتیٰ کہ باری باری سب نے ایک سو احادیث پیش کر دیں اور امام صاحب سب کے جواب میں یہی فرماتے رہے: **لا أعرفه**۔

عام لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اتنا بڑا عالم اور اس قدر زیادہ شہرت ہے۔ ہمارے علماء نے 100 حدیثیں اس کو سنائی ہیں، اس کو ایک بھی معلوم نہیں۔ البتہ صاحب علم حضرات سمجھ گئے تھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی چال بھانپ گئے۔

جب 100 کی 100 حدیثیں سنا چکے تو امام بخاریؒ پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے، جس نے سب سے پہلے دس حدیثیں سنائی تھیں۔ ان میں پہلی حدیث یوں سنائی تھی۔ لیکن آپ نے اس کے متن میں یہ گڑ بڑ کی ہے اور سند کو اس طرح تبدیل کیا ہے۔ اصل سند اور متن اس طرح ہے۔ پھر آپ نے ایک ایک حدیث کی تبدیلی کا ذکر کیا اور صحیح سند اور متن کے ساتھ پوری دس احادیث ترتیب وار سنا دیں۔ اسی طرح پوری ایک سو احادیث ترتیب وار تبدیل شدہ سند اور متن کے ساتھ اور پھر صحیح سند اور متن کے ساتھ سنا دیں۔ اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ امام بخاری رحمۃ

اللہ علیہ کس قدر ماہر فن ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ تعجب اس پر نہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی پہچان لی اور اس کی اصلاح کر دی، کیونکہ وہ حافظ حدیث تھے، ان کا کام ہی یہ ہے۔ لیکن تعجب دراصل اس بات پر ہے کہ غلط احادیث کو صرف ایک مرتبہ سن کر ترتیب وار محفوظ رکھا اور پھر ترتیب کے ساتھ ان کو بیان کر کے اصلاح بھی کر دی۔

ابوالازہر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سمرقند میں چار سو محدث تھے۔ ان سب نے مل کر طے کیا، احادیث کی اسناد مختلفہ کو خلط ملط کر کے محمد بن اسماعیل کو مغالطہ دینے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے محدثین شام کی اسناد کو محدثین عراق کی اسناد میں شامل کر دیا اور عراق کی اسناد کو حرمین کی اسناد اور حرمین کی اسناد کو یمن کے محدثین کی اسناد میں شامل کر کے سوالات کرتے رہے۔ لیکن پھر بھی وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مغالطہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

یوسف بن موسیٰ المروزی کہتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ وہاں منادی ہو رہی تھی: ''اے بصرہ کے علماء کرام! محمد بن اسماعیل البخاری بصرہ تشریف لائے ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں''۔

یوسف بن موسیٰ کہتے ہیں، میں بھی دوسرے حضرات کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ ہم نے دیکھا، بخاریؒ نوجوان ہیں، ابھی ان کی داڑھی میں سفیدی نہیں آئی ہے۔

علماء و محدثین نے احادیث املاء کرانے کی فرمائش کی۔ دو دن یہ سلسلہ جاری رہا۔

دوسرے دن امام بخاریؒ نے فرمایا: میں آج آپ حضرات کو آپ ہی کے شہر کے ان مشائخ کی احادیث سناؤں گا جو آپ نے نہیں سنیں۔ اس مجمع میں محدثین، فقہاء، حفاظ حدیث اور عام لوگ بھی تھے۔ تقریباً ایک ہزار نفوس کا مجمع تھا۔

حضرات علماء کو اس پر تعجب ہوا کہ ہمارے شہر کے مشائخ کی روایات سے تو ہم بخوبی آگاہ ہیں۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ آخر کون سی روایات سنائیں گے جو ہمارے علم میں نہیں ہیں۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ روایات سے شروع کیا۔

حدثنا عبداللّٰہ بن عثمان بن جبلة بن ابی داؤد التعکلی ببلدکم. حدثنا ابی عن شعبة عن منصور وغیرہ عن سالم بن ابی الجعد عن انس بن مالک، ان

اعرابیاً جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ....الخ.

جب علماء کرام نے یہ حدیث سنی جو پہلے بھی سنی ہوئی تھی تو بظاہر شبہ ہوا، یہ ہماری سنی ہوئی حدیث ہے اور کہہ رہے ہیں کہ میں ایسی حدیثیں سناؤں گا جو آپ کے شہر والوں کی ہوں گی مگر آپ حضرات نے نہیں سنیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعجب اور تردد کا ازالہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ھذا لیس عندکم عن منصور، انما ھو عندکم، عن غیر منصور.

یعنی آپ حضرات کو جو حدیث پہنچی ہے یہ "منصور ابن المعتمر" کے واسطہ سے نہیں ہے، آپ نے استفسار کیا، کیا تم لوگوں نے منصور کے واسطے سے سنی ہے؟ علماء نے کہا: حدیث تو سنی ہے مگر منصور کے واسطے سے نہیں۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد احادیث اسی طرح سنائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم بھی تھا کہ اہل بصرہ میں جو احادیث معروف ہیں وہ کن راویوں سے ہیں۔ اور میرے پاس جو احادیث ہیں ان کے راوی بصرہ کے ہونے کے باوجود معروف راویوں سے مختلف ہیں۔ پھر اتنے وثوق اور یقین سے کہنا کہ تم لوگوں نے نہیں سنیں۔ یہ بات ایسا محدث ہی کہہ سکتا ہے جس نے پورے شہر کے تمام علم کا استقصاء کیا ہو۔ اس کے بغیر یہ بات کہنا ممکن نہیں، بعد میں علماء اور فضلاء نے اعتراف بھی کر لیا کہ واقعی یہ احادیث ہم نے اس طرح نہیں سنیں۔

تلامذہ:

امام بخاریؒ کے شاگرد خاص امام فربریؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام بخاریؒ سے نوے ہزار افراد نے بخاری شریف سنی تھی۔

تصانیف:

صحیح بخاری، قضایا الصحابۃ والتابعین، الادب المفرد، تاریخ کبیر، تاریخ اوسط، تاریخ صغیر وغیرہ۔ تقریباً دو درجن کتب تصنیف کیں۔

مسلک:

مشہور وراجح قول یہ ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ شافعی تھے۔

تیسرا قول یہ بھی ہے کہ حنبلی تھے۔

صفاتِ حمیدہ:

امام بخاریؒ نے دین کے حصول کے لیے مشقت والی زندگی گزاری۔ فاقے کی وجہ سے پتے اور گھاس کھا کر گزارہ کرتے ،بعض دفعہ لباس بیچنے کی نوبت بھی آجاتی۔ چالیس سال تک سالن کے بغیر صرف روٹی کھائی۔ دن بھر میں دو چار بادام کھا لیتے تھے،کبھی کچھ رقم آجاتی تو فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کی باندی ان کے پاس سے گزری، دوات کو ٹھوکر لگی اور روشنائی گر گئی۔ فرمایا! کس طرح چلتی ہو؟ باندی نے جواب دیا: جب راستہ ہی نہ ہو تو کیا کیا جائے کیونکہ ہر طرف کتابیں پھیلی ہوئی تھیں۔امام صاحبؒ نے فرمایا: جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

پوری زندگی کسی کی غیبت نہیں کی۔اپنی ثقاہت کو باقی رکھنے کے لیے مال کا نقصان کیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک دریائی سفر میں ایک اپنے ساتھ کے مسافر کو بتایا کہ میرے پاس ایک ہزار اشرفیاں ہیں۔اس مسافر نے کچھ دیر بعد چلاّنا شروع کر دیا کہ میری ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی غائب ہوگئی ہے۔ جہاز والوں نے تلاشی شروع کی تو امام بخاریؒ نے تھیلی دریا میں پھینک دی۔ تلاشی لی گئی، تھیلی برآمد نہ ہوئی تو لوگوں نے اسے بُرا بھلا کہا۔ بعد میں اس نے امام بخاریؒ سے کہا کہ تھیلی کا کیا ہوا؟ فرمایا: میں نے دریا برد کر دی۔اس نے کہا کہ مال کو ضائع کیا۔فرمایا: میری زندگی کی اصل ثقاھت ہے، جسے میں چند اشرفیوں کی وجہ سے تباہ نہیں کر سکتا تھا۔

رمضان المبارک میں دن رات تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔تراویح ،تہجد کے علاوہ ایک قرآن مجید روزانہ ختم کرتے تھے۔ چالیس یا ساٹھ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

عبادت میں انہماک اتنا ہوتا تھا کہ ایک دفعہ بھڑ نے سترہ دفعہ کاٹا، نماز نہ تھوڑی۔ بعد میں بتایا کہ ایسی سورت شروع کر چکا تھا جسے چھوڑنا گوارا نہ ہوا۔

جلاوطنی:

آخری عمر میں ابتلاء و آزمائش اور جلاوطنی جیسی صبر آزما تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، لیکن امام بخاریؒ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

وفات:

شب عید الفطر 256ھ بعمر باسٹھ سال، خرتنگ میں وفات پائی۔

خرتنگ وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی، علامہ قسطلانی نے لکھا فلما صلی علیه و وضع فی حفرته فاح من تراب قبره رائحة طیبة کا لمسك و دامت ایاماً۔

ترجمہ: جب آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کو قبر میں رکھا گیا تو آپ کی قبر کی مٹی سے خوشبو پھیلنے لگی مسک کی طرح اور یہ خوشبو چند دن تک رہی۔ قسطلانی ج ا صفحہ نمبر ٦٧

■●❖❖❖●■

حضرت امام مسلم بن حجاجؒ

ولادت:

آپ 204ھ میں خراسان کے علاقہ، نیشاپور میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب:

مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاد القشیر ی نیشاپوری۔ ابوالحسن کنیت ہے۔

تحصیل علم:

اپنے شہر نیشاپور میں مشائخ عظام سے استفادہ کیا۔ امام بخاریؒ، اسحٰق بن راہویہ، امام ذہلی، یحییٰ بن یحییٰ التمیمی سے استفادہ کیا۔ عراق، حجاز، مصر، رَی کے اسفار میں امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، سعید بن منصور، ابومصعب، حرملہ بن یحییٰ، عمرو بن سواد، محمد بن مہران، ابوغسان رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے شیوخ کی تعداد دوسو سے متجاوز ہے۔

تلامذہ:

امام ترمذی، ابوفضل احمد بن سلمہ، ابراہیم بن ابی طالب، ابوعمرو الخفاف، حسین بن محمد القبانی، ابوعمرو المستملی، صالح بن محمد الحافظ، علی بن حسن الھلالی، محمد بن عبدالوہاب الفراء، علی بن حسین بن جنید، ابن خزیمہ، بن صاعد، محمد بن عبد بن حمید، علی بن اسمٰعیل، ابومحمد بن حاتم الرازی،

ابراہیم بن محمد بن سفیان، محمد بن مخلد، ابراہیم بن محمد بن حمزہ، ابوعوانہ الاسفرائنی، محمد بن اسحٰق الفاکہی، ابوحامد الاعمشی، ابوحامد بن حسنو یہ، وغیرہم رحمہم اللہ۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف تین درجن کے لگ بھگ ہیں، جن میں سے مشہورترین ''الجامع الصحیح'' ہے۔

مسلک:

آپ کے مسلک کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ بقول شاہ ولی اللہؒ شافعی تھے، بقول ابن سندھیؒ، مولانا عبدالرشید نعمانیؒ مالکی تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ مجتہد تھے۔

وفات:

آپ کی وفات علمی انہاک کا مظہر تھی۔ ایک دفعہ آپ سے کسی حدیث کے متعلق سوال ہوا تو عدم استحضار کی وجہ سے اس وقت نہ بتا سکے۔ گھر آئے تو اہل خانہ نے کھجور کی ایک ٹوکری پیش کی۔ حدیث تلاش کرتے اور کھجور بھی تناول کرتے رہے۔ ادھر سے کھجور ختم ہوئی اُدھر حدیث بھی مل گئی۔ ظاہری اسباب میں یہ واقعہ وفات کا سبب بنا۔

آپ کی وفات 25 رجب 261ھ بروز ہفتہ نیشاپور میں ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام ابوداؤد سجستانیؒ

ولادت:

آپ کی ولادت 202ھ/817ء میں سیستان (سجستان) میں ہوئی۔ سجستان کو سجز بھی کہتے ہیں، اس لیے آپ کو سجزی بھی کہا جاتا ہے۔

نام ونسب:

آپ کا نام سلیمان اور والد کا نام الاشعث ہے۔ یمن کے قبیلہ ازد سے تعلق ہے، لہٰذا آپ کو ازدی بھی کہا جاتا ہے۔

تحصیل علم:

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔18 سال کی عمر میں رختِ سفر باندھا اور بغداد، بصرہ، کوفہ، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، دمشق، حلب، حمص، ہرات، بلخ، بغلان، نیشا پور، رے، واسط، جزیرہ، بیروت، مصر، طرطوس وغیرہ میں علماء وشیوخ سے 21 سال تک سماعت حدیث کی۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ تین سو کے لگ بھگ ہیں جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مکہ مکرمہ میں قعنبی، سلیمان بن حرب۔ بصرہ میں مسلم بن ابراہیم، ابوالولید طیالسی۔ کوفہ میں حسن بن ربیع بورانی، احمد بن یونس یربوعی۔ حلب میں ربیع بن نافع۔ حمص میں حیوہ بن شریح، یزید بن عبدربہ۔ دمشق میں صفوان بن صالح، ہشام بن عمار۔ خراسان میں اسحٰق بن راہویہ۔ بغداد میں احمد بن حنبل۔ بلخ میں قتیبہ بن سعید۔ مصر میں احمد بن صالح۔ اسی طرح علی بن المدینی، علی بن الجعد، محمد بن المنھال، یحییٰ بن معین وغیرہم رحمہم اللہ۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے چند مشاہیر کے اسماءگرامی درج ذیل ہیں۔

امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوعوانہ اسفرائینی، امام ابن ابی الدنیا، امام محمد بن احمد دولابی، امام محمد بن نصر مروزی، اماذکریا ساجی، امام ابوبکر عبداللہ سجستانی (بیٹے)، عبدالرحمٰن بن خلاد ہرمزی، ابوبکر محمد بن یحیٰ صولی، ابوالحسن علی بن الحسن الانصاری، محمد بن عبدالملک، احمد بن محمد (ابن العربی) محمد بن احمد اللئولئوی، محمد بن سعید الجلودی، واحد بن علی بن حسن البصری وغیرھم رحمھم اللہ۔

مسلک:

آپ مسلکاً حنبلی تھے۔

مولانا محمد عبدالمعبود صاحب تذکرہ مصنفین صحاح ستہ میں لکھتے ہیں:

جنت کی بشارت:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی المتوفی 1403ء مہتمم دارالعلوم دیوبند بیان کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں جن کی کتاب ابوداؤد پڑھائی جاتی

ہے۔ ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ یہ سمندر کے کنارے کھڑے تھے اور سمندر میں جہاز اُترا ہوا کھڑا تھا۔ ایسی گودیاں اس زمانے میں نہیں تھیں جیسی آج بنتی ہیں۔ تو جہاز ایک آدھ فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا ہوتا تھا۔ چونکہ کنارے پر پانی کم ہوتا تھا وہ جہاز کے لیے کافی نہیں ہوتا تھا اور لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر جہاز میں جاتے اور سوار ہوتے تھے۔

ایک جہاز فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا تھا اور امام ابوداؤد سمندر کے کنارے کھڑے تھے۔ جہاز میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ اس نے چھینک لے کر زور سے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کہا۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے، اُسے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کہنا چاہیے اور جس کے کان میں (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کی آواز پڑے، وہ جواب میں (یَرْحَمُکَ اللّٰه) کہے۔

اس شخص نے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) اس زور سے کہا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں آواز آئی۔ اب ان کا جی چاہا کہ میں شریعت کی اس چیز پر عمل کروں اور (یَرْحَمُکَ اللّٰه) کہہ کر جواب دوں حالانکہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ مسجد میں ایک شخص کو چھینک آئے اور دوسرا شخص بازار میں جا رہا ہو اور وہ جواب دینے کے لیے مسجد میں آجائے۔ اس مجلس کا مسئلہ ہے، مجلس سے خارج کا نہیں ہے۔

تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ پر واجب نہیں تھا کہ وہ جواب دیں۔ اس لیے کہ چھینک لینے والا ایک فرلانگ پر ہے اور یہ جہاں وہ جہاز پر ہے اور یہ کنارے پر ہیں۔ مجلس بھی ایک نہیں، جگہ بھی ایک نہیں، بیچ میں سمندر حائل، مگر وہی بات ہے کہ نیکی کی حرص ہوتی ہے کہ کسی طرح کمالیں۔ اس نیکی کو بھی کیوں چھوڑیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی آواز اتنی اونچی تو تھی نہیں کہ یہاں کنارے پر (یَرْحَمُکَ اللّٰه) کہیں تو اس کے کان میں پہنچے۔ چھینک لینے والے کی آواز اتنی بلند تھی کہ اس نے (اَلْحَمْدُ لِلّٰه) کہا، اس کی آواز یہاں تک پہنچ گئی۔

تو تین درہم میں کرائے کی کشتی لی اور اس کشتی میں بیٹھ کر ڈیڑھ فرلانگ کا سفر کر کے جہاز میں پہنچے اور جہاز میں اوپر چڑھ کر کہا: (یَرْحَمُکَ اللّٰه) ۔ یہ گویا نیکی کمائی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت انہوں نے جا کر (یَرْحَمُکَ اللّٰه) کہا، غیب سے ایک آواز آئی۔ کہنے والا نظر نہیں آتا تھا: ”اے ابی داؤد! آج آپ نے تین درہم میں جنت خرید لی“۔

معلوم نہیں کس خلوص سے (یَرْحمُکَ اللّٰہ) کہا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ محدث ہیں، جانے کتنی انہوں نے حدیثیں لکھیں اور کتنا اجر کمایا۔ کتنے نوافل اور تہجد پڑھے ہوں گے، کتنے صدقات دیئے ہوں گے لیکن جنت کی خریداری کے وقت اس حقیر سے عمل کا ذکر کیا کہ تین درہم میں کشتی کرائے پر لے کر (یَرْحمُکَ اللّٰہ) کہہ دیا۔

اس سے اندازہ ہوا کہ عمل کی مقبولیت اس کی صورت سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی حقیقت سے ہوتی ہے۔ اخلاص جتنا غالب ہو، چاہے عمل چھوٹا ہو، مگر اخلاص سے وزن پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ عمل مقبول ہوتا ہے۔ لمبا چوڑا عمل اخلاص ندارد ہو، قبولیت کی شان نہیں پیدا ہوتی۔

تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے معلوم نہیں کس خلوص سے (یَرْحمُکَ اللّٰہ) کہا ہوگا۔ اتباع کے کس جذبے سے گئے ہوں گے کہ یہ ایک عمل اتنا غالب آگیا کہ نہ تہجدوں کا ذکر آیا، نہ صدقات کا۔ ذکر آیا تو اس عمل کا آیا کہ تین درہم میں آپ نے جنت خرید لی۔

تصانیف:

1. رسالة الى اهل مكه فى وصف سننه.
2. مسائل الامام احمد رواية ابى داؤد.
3. سوالات الاجرى.
4. تسمية الاخوة الذين روى عنهم الحديث.
5. اسئلة لاحمد بن حنبل عن الرواة الثقات والضعفاء.
6. المراسيل.
7. الناسخ والمنسوخ.
8. كتاب الزهد.
9. كتاب الرد على اهل القدر.
10. كتاب البعث والنشور.
11. المسائل التى حلف عليها الامام احمدبن حنبل.
12. دلائل النبوة.
13. كتاب الدعاء.
14. كتاب ابتداء الوحى.
15. كتاب اخبار الخوارج.
16. التفرد فى السنن.
17. فضائل الانصار.

18. مسند مالک. 19. اصحاب الشعبی.

20. کتاب السنن. (سنن ابی داؤد).

علمی مقام:

آپ نے پوری جانفشانی، محنت اور لگن سے حصول حدیث میں جدوجہد کی۔آپ حافظ حدیث، ناقد حدیث اور فقیہ حدیث تھے۔ پانچ لاکھ احادیث نقل کیں، ان میں سے کتاب السنن میں چار ہزار آٹھ سو احادیث کا انتخاب کیا۔

ایک عظیم شرف یہ بھی ان کو حاصل تھا کہ صحاح ستہ کے دو مصنف امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ آپ کے تلامذہ تھے۔

وفات:

16 شوال 275ھ بروز جمعہ بصرہ میں وفات پائی۔عباس بن الواحدؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سفیان ثوریؒ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

■●❖❖❖●■

حضرت ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ

ولادت:

آپ کی ولادت 209ھ بمطابق 824ء میں، ترمذ (خراسان) کے قریب بوغ نامی قصبہ میں ہوئی۔اسی وجہ سے آپ کو بوغی بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ بوغ، ترمذ سے قریب واقع تھا، اس لیے ترمذی مشہور ہوئے۔

نام ونسب:

آپ کا نام محمد اور کنیت ابو عیسیٰ ہے۔آپ کے والد کا نام عیسیٰ تھا۔

تعلیم:

چونکہ آپ خراسان میں پیدا ہوئے، اس لیے وہاں سے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے کرتے علمی تشنگی بجھانے کے لیے بہت سے علاقوں اور ملکوں کے سفر کیے۔ان میں عراق، حجاز قابلِ ذکر ہیں۔

اساتذہ:

امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، اسحق بن موسیٰ، محمود بن غیلان، سفیان بن وکیع رحمہم اللہ جیسے اہل علم اور ائمہ فن سے کسب فیض کیا۔

تلامذہ:

چند مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں:

ابو حامد احمد بن عبداللہ مروزی، داؤد بن نضر بن سھل الھر دوی، ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب مروزی، احمد بن یوسف تسقی، ابومحمد حسن بن ابراہیم، الہیثم بن کلیب الشامی، ابوالحارث بن اسد، عبد بن محمد بن محمود، محمود بن نمیر، ابوجعفر محمد بن سفیان بن النضر، محمد بن المنذر بن سعید الھر وی رحمہم اللہ۔

تصانیف:

جامع ترمذی، شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علل صغری، علل کبریٰ، کتاب التاریخ، کتاب الزھد، کتاب الجرح والتعدیل، کتاب الاسماء والکنی، الرباعیات فی الحدیث، کتاب الآثار الموقوفہ۔

حافظہ:

امام ترمذیؒ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت قوی اور حیران کن حافظہ عطا فرمایا تھا۔ اس وقت ان کا حافظہ ضرب المثل تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

مسلک:

آپ شافعی تھے۔

الضریر:

بعض کا قول ہے کہ پیدائشی نابینا تھے لیکن یہ درست نہیں۔ آخری عمر میں کثرت گریہ کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے۔

علمی مقام:

مولانا محمد عبدالمعبود صاحب لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فرمایا:

ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی.

''تم نے مجھ سے جتنا علمی نفع اُٹھایا، اس سے کہیں زیادہ میں نے تم سے علمی فائدہ حاصل کیا ہے''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی وضاحت محدث العصر علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

قال شیخنا: و ظاھرہ مشکل لان ابا عیسی الترمذی، و ان کان اماماً، حافظاً متقناً، یضرب به المثل لکن الامام البخاری امام ھذا الفن، لا یجاری، قال: فلعل الغرض منه ان الحافظ الترمذی اخذ منه حظاً وافرًا من العلم ما لم یاخذ منه غیرہ. فکما ان التلمیذ یحتاج الی شیخ محقق کذلک یحتاج الشیخ الی صاحب ذکی بارع یتلقی علمه، وینشرہ فی العالم.

ترجمہ: ''یہ بات بظاہر بعید نظر آتی ہے، اس لیے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ فن حدیث میں علم کے پہاڑ ہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کی دنیا کا چمکتا ہوا سورج ہیں۔ جو اپنی روشنی میں کسی کے محتاج نہیں۔ تو اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تلامذہ کی نسبت آپ نے مجھ سے زیادہ علم حاصل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ شاگرد جتنا علم حاصل کرے، استاد کا فائدہ ہوتا ہے۔ چونکہ جس طرح شاگرد استفادہ کا محتاج ہوتا ہے، استاد بھی افادہ اور اپنے علم کی اشاعت کا ذمہ دار ہے۔ اور اگر شاگرد ذکی ہو تو اشاعت علم کا بہترین ذریعہ ہونے کے ساتھ دورانِ درس بھی ایسے سوالات کرتا ہے جو استاد کے لیے فائدہ سے خالی نہیں ہوتے''۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری نے کہا ہے کہ جس طرح تلامذہ اس بات کے محتاج ہیں کہ اساتذہ (محققین) ان کو سبق پڑھائیں، اسی طرح اساتذہ

کی بھی خواہش اور ضرورت ہوتی ہے کہ تلامذہ ان سے سبق پڑھیں۔ ان کے علوم و معارف کو محفوظ کر کے اس کی اشاعت کریں۔

پھر تلامذہ میں لائق اور ذکی طالب علم سے اشاعت علم کا جو فائدہ استاد کو حاصل ہوتا ہے وہ کسی غبی سے بہت کم ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ذہین اور ذکی طالب علم جب استاد سے مسائل دریافت کرتا ہے اور سوال کر کے جواب طلب کرتا ہے تو استاد کی نگاہ دوسرے علوم کی طرف جاتی ہے اور علمی وسعت حاصل ہوتی ہے۔

تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ آپ کی وجہ سے میرے علوم و معارف کی جو اشاعت ہوئی، وہ واقعتاً آپ کے مجھ سے استفادہ کرنے سے کئی گنا بڑھ کر ہے اور اس سے جو مجھے فائدہ پہنچا، وہ آپ کے استفادہ سے کئی گنا زیادہ ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول (ما انتفعت) کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے ان کے شیخ ابوطاہر المدنی نے مدینہ منورہ میں فرمایا تھا کہ آپ نے مجھ سے الفاظ حدیث سیکھے ہیں، اور میں نے آپ سے احادیث کے معانی حاصل کر لیے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''ادریسی'' کا قول نقل کرتے ہیں:

كان الترمذى احد الائمة الذين يقتدى بهم فى علم الحديث.

چنانچہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہی ان کے خلیفہ اور جانشین قرار دیئے گئے اور آپ نے ان کی مسند حدیث کو زینت اور رونق بخشی۔

جیسا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ عمر بن ملک کا قول نقل کرتے ہیں:

مات البخارى فلم يخلف بخراسان مثل ابى عيسىٰ ، فى العلم، والحفظ، والورع والزهد.

ترجمہ: ''جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو اپنے بعد خراسان میں علم، زہد، تقویٰ اور حفظ میں ابوعیسیٰ ترمذی کی مانند کسی دوسرے شخص کو پیچھے نہیں چھوڑا''۔

امام بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما کا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف وعظمت بھی حاصل ہے۔خود اُن کے شیخ واستاد امام محمد بن اسماعیل بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ان سے بعض احادیث کا سماع کیا ہے۔ یہ ان کے لیے قابل صد افتخار بات ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''جامع ترمذی'' میں دو احادیث کے متعلق صراحت فرمائی ہے کہ یہ دونوں روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے سنی ہیں۔تو گویا (**روایة الاکابر عن الاصاغر**) کے قبیل سے یہ واقع ہوا۔

علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و کان البخاری عمل بما یحکی عنه، لا یکون المحدث محدثاً کاملاً حتی یکتب عمن فوقه، و عمن دونه، و عمن هو مثله، کما قال الحافظ بدر العینی.

ترجمہ: ''ایک محدث اس وقت تک کامل محدث نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ احادیث کی کتابت وسماع اپنے سے اعلیٰ درجہ کے محدث سے بھی اور اپنے سے کم درجہ کے محدث سے بھی اور اپنے جیسے محدث سے بھی نہ کرے''۔

جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی نے نقل فرمایا ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ان کے استاد امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ نے ان سے دو احادیث سنی ہیں۔

1۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لعلّی: لا یحل لاحد یجنب فی هذا المسجد غیری و غیرک. قال الترمذی: سمع منی محمدبن اسماعیل.

2۔ دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی، جو اس آیت کریمہ:

﴿ وَمَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا ﴾

کی تفسیر میں:

(و قال اللينة النخلة)

اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سمع منّی محمدبن اسمٰعیل ھذا الحدیث.

ترجمہ: ''محمد بن اسماعیل (بخاری) نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے''۔(تذکرہ مصنفین صحاح ستہ)

وفات:

امام ترمذیؒ کا انتقال 17 رجب 279ھ کو بعمر 70 سال ترمذ یا بوغ میں ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام نسائی رحمہ اللہ

ولادت:

آپ 215ھ میں خراسان کے شہر نساء میں پیدا ہوئے۔اس لیے آپ کو نسائی کہا جاتا ہے۔

نساء:

اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ لشکر اسلام نے جب اس شہر کا رُخ کیا، اس کے تمام مرد شہر سے نکل کر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے۔مسلمانوں کا مقابلہ عورتوں نے کیا تھا، اس لئے اسے نساء کہا جانے لگا۔ یہ نسائب کسر نون ہونا چاہیئے تھا، لیکن بفتحن ون مشہور ہوا۔

نام ونسب:

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار۔

ابتدائی تعلیم:

خراسان علم کا مرکز تھا۔ وہاں بڑے بڑے شیوخ تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتے تھے۔ امام نسائی نے بھی اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

علمی اسفار:

اس دَور میں دور دراز سفر کر کے علم حاصل کرنا خصوصی شعار تھا۔ اس وقت طلباء سینکڑوں میل پیدل چل کر، براعظموں اور سمندروں کو عبور کر کے صاحب فن علماء سے اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

پندرہ سال کی عمر میں سب سے پہلے امام قتیبہ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔عراق، حجاز، جزیرہ، شام، مصر وغیرہ میں علوم حاصل کیے۔

اساتذہ:

اسحٰق بن راہویہ، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، محمد بن مثنیٰ، یحییٰ بن موسیٰ، ہشام بن عماد، علی بن حجر وغیرہ۔

تلامذہ:

امام علی بن ابی جعفر طحاوی (مؤلف شرح معانی الآثار)، عبدالکریم (صاحبزادہ)، ابوبکر احمد بن محمد، ابوالحسن علی بن الحضر ، حسن بن رشیق عسکری، ابوالقاسم حمزہ بن محمد کنانی، ابوالحسن محمد بن عبداللہ، محمد بن معاویہ، محمد بن قاسم اندلسی، ابوالبشر الدولابی وغیرہم۔

زہدوتقویٰ:

امام نسائیؒ عبادت، زہدوتقویٰ میں مشہور تھے۔ حج کے شوقین تھے۔صوم داؤدی رکھتے تھے، سنت کی اشاعت کرتے اور بدعت سے نفرت رکھتے تھے۔

علمی فضیلت:

امام، ثقہ، معتبر، حافظ الحدیث جیسے الفاظ آپ کے لیے علماء نے استعمال کیے ہیں۔
علامہ شمس الدین ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام نسائی، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد سے حدیث، علل اور علم الرجال میں زیادہ ماہر تھے اور امام بخاریؒ اور ابوزرعہ کے ہمسر تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ فن رجال میں ماہرین کی ایک جماعت نے امام مسلم بن حجاج پر امام نسائیؒ کو فوقیت دی ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائیؒ علم کے سمندر تھے۔فہم وفراست میں بھی بلند مقام کے مالک تھے۔ زہدوتقویٰ بے مثال تھا۔علم میں گہری نظر رکھتے تھے۔ رجال کی چھان بین میں مہارت کاملہ تھی۔ بلند مایہ مصنف اور مؤلف بھی تھے۔

حلیہ:

اللہ تعالیٰ نے امام نسائیؒ کو ظاہری وباطنی حسن سے نوازا تھا۔ بہت حسین وجمیل تھے۔ چہرہ

لال سرخ تھا۔خوش خوراک وخوش پوشاک تھے۔گھر میں مرغ پالتے اور روزانہ ایک مرغ کھاتے۔

مسلک:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے قول کے مطابق شافعی تھے، جبکہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق یہ ہے، وہ حنبلی تھے۔

تصانیف:

امام نسائی رحمہ اللہ کی تقریباً ڈھائی درجن کتب ہیں۔

ان سب تصانیف میں مشہور اور افضل سنن نسائی ہے جو صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اس کا درجہ بخاری و مسلم کے بعد ہے۔امام بخاریؒ کی طرح انہوں نے بھی تراجم ابواب قائم کیے ہیں۔

وفات:

مصر کو چھوڑ کر شام تشریف لے گئے۔ وہاں عوام نے تشیع کا الزام لگایا اور مارا پیٹا، حتیٰ کہ شدید چوٹیں آئیں۔اسی حالت میں مکہ مکرمہ جانے اور وہیں مرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچے اور 13 صفر 303ھ بروز پیر بعمر 88 سال وفات پائی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ فلسطین کے شہر رملہ میں وفات پائی۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ

ولادت:

آپ 209ھ بمطابق 824ء قزوین، ایران میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب:

ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی۔ابن ماجہ کے متعلق اقوال مختلف ہیں۔ ماجہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔ یہ ان کے باپ کا لقب ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے بستان المحدثین صفحہ 299 میں لکھا ہے کہ صحیح آنست کہ مَاجَہ بتخفیف

جیم مادراو بود۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے قزوین ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ یہ شہر علوم وفنون اسلامیہ کا مرکز تھا اور بڑے بڑے شیوخ یہاں موجود تھے۔

اسفار:

سماع حدیث کے لیے آپ خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، ری، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ مکرمہ اور دمشق تشریف لے گئے۔

اساتذہ:

ہشام بن عمار، عباس بن الولید الخلال، عبداللہ بن احمد بن بشیر، محمود بن خالد، عباس بن عثمان، عثمان اسمٰعیل بن عمران الذھلی، ہشام بن خالد، احمد بن ابی الحواریؒ۔ یہ دمشق کے شیوخ ہیں۔

ابوطاہر بن سرح، محمد بن رُوَیح، یونس بن عبدالاعلیٰ۔ یہ مصر کے شیوخ ہیں۔

محمد بن مصفی، ہشام بن عبدالملک، یحییٰ بن عثمان۔ یہ حمص کے شیوخ ہیں۔

عراق کے اساتذہ یہ ہیں: ابوبکر بن ابی شیبہ، احمد بن عبدہٗ، اسمٰعیل بن ابی موسیٰ الفرازی، ابوخثیمہ زہر بن حرب، سوید بن سعید، عبداللہ بن معاویہ۔

نیز امام ذہلی، محمد بن بشار، محمد بن مثنیٰ، علی بن محمد طنافسی سے بھی استفادہ کیا۔

تلامذہ:

چند معروف تلامذہ درج ذیل ہیں:

علی بن سعید بن عبداللہ عسکری، ابراہیم بن دینار الجرشی، احمد بن ابراہیم القزوینی، سلیمان بن یزید قزوینی، محمد بن عیسیٰ صفار، اسحٰق بن محمد قزوینی، جعفر بن ادریس، احمد بن روح شعرانی، حسین بن علی بن برانیاد، ابوالحسن علی بن ابراہیم، ابوعمر واحمد بن محمد بن حکیم المدنی وغیرہم۔

مسلک:

آپ مسلکاً حنبلی یا شافعی تھے۔

فضل وکمال:

ہر دَور کے مشائخ وشیوخ حدیث نے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ

شمس الدین ذہبیؒ نے آپ کو حافظ، ناقد، صادق اور واسع العلم فرمایا ہے۔ علامہ ابن اثیرؒ نے آپ کو عاقل، عالم اور امام کہا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ وہ بہت بڑے عامل اور متبحر عالم تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حافظ حدیث، ثقہ و حجت فرمایا ہے۔

آپ امام فی الحدیث کے ساتھ تفسیر و تاریخ میں بھی مسلّم شخصیت ہیں۔

سنن ابن ماجہ:

آپ کی مشہور و مقبول تصنیف سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ اس میں 4341 احادیث ہیں جن میں سے 3002 احادیث وہ ہیں جو باقی پانچ صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں، اور باقی 1339 احادیث زوائد ابن ماجہ ہیں۔ اس میں 32 کتابیں اور 1500 ابواب ہیں۔

(تذکرۂ مصنفین صحاح ستہ: مولانا محمد عبدالمعبود)

وفات:

22 رمضان المبارک 273ھ بمطابق 886ء بروز پیر بعمر 64 سال وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے بھائی ابوبکر بن یزید نے پڑھائی۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام نافع مدنیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام نافع ،کنیت ابورویم ،لقب امام دارالھجر ۃ ہےاورنسب نامہ یہ ہے:
نافع بن عبدالرحمٰن بن ابونعیم مدنی۔

ولادت:

70ھ میں آپ کی ولادت اصفہان میں ہوئی۔آپ جعونہ بن شعوب لیثی کے آزادکردہ غلام تھے۔

تابعی:

آپ تابعی تھے۔حضرت ابوالطفیل اورابن ابی انیس رضی اللہ عنہما کی زیارت کی ہے۔

تحصیل علم:

آپ نے ستّر تابعین سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔آپ کے چنداساتذہ درج ذیل ہیں:

امام ابوجعفر یزیدبن القعقاع مدنی (صاحب قرأت ہشتم)،امام ابوداؤدعبدالرحمٰن بن ہرمزالاعرج،یزیدبن رومان اسدی،شیبہ بن نصاح،مسلم بن جندب ہذلی،فاطمہ بنت علی،زیدبن اسلم،ابوالزناد،عامربن عبداللہ بن زبیر،محمدبن یحیٰی بن حبان،صفوان بن سلیم،صالح بن خوات انصاری،ابوبکرمحمدبن عبداللہ بن شہاب الزہری،الاصغ بن عبدالعزیزنحوی،عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمدبن ابی بکرالصدیق رحمہم اللہ۔

سندقرأت:

آپ نے ابوجعفریزیدبن القعقاع مدنی،عبدالرحمٰن بن ہرمزالاعرج،شیبہ بن نصاح، مسلم بن جندب ہذلی، یزیدبن رومان اسدی سے پڑھا۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ، انہوں نے جناب رسول

اللہ ﷺ سے۔ اس طرح تین واسطوں سے سند نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے۔آپ نے ستّر سال قرآن مجید پڑھایا۔

تلامذہ:

آپ کثیر التلامذہ ہیں۔آپ کے ان تلامذہ میں سب سے زیادہ مشہوران کے دوراوی ہیں،عیسیٰ بن مینا قالون اور عثمان بن سعید الورش۔

صاحب الطِّیب:

جب آپ قرآن مجید پڑھتے یا بات کرتے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔کسی نے دریافت کیا کہ آپ کون سی خوشبو لگاتے ہیں فرمایا کہ میں خوشبو نہیں لگاتا بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ میرے منہ سے اپنا منہ مبارک ملا کر قرآن مجید پڑھ رہے ہیں،اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔

سبحان اللہ! خدمت قرآن پر کیسے کیسے اعزاز نصیب ہوتے ہیں کہ اس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے۔آخرت کا انعام تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

وفات:

آپ نے بعمر سو سال 169ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں امام مالک رحمہ اللہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام عبداللہ ابن کثیر مکیؒ

ولادت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں 45ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔آپ فارسی الاصل تھے۔آپ عمرو بن علقمہ الکنانی کے آزاد کردہ غلام تھے۔آپ کا شجرہ نسب یہ ہے:

عبداللہ بن کثیر بن عمرو بن عبداللہ بن زاذان بن فیروزان ہرمزداری مکی۔

آپ کو داری اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ عطار تھے اور اہل عرب عطار کو داری کہتے ہیں۔

تابعی:

آپ تابعی تھے۔حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیر قریشی، حضرت انس بن مالک انصاری، حضرت عبداللہ بن سائب مخزومی وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

سندقرأت:

آپ نے حضرت عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اورمجاہد بن جبیر مکی اور دِرباس مولیٰ ابن عباس رحمھما اللہ سے قرآن مجید پڑھا۔عبداللہ بن سائب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔مجاہدودِرباس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔یوں ان کی سنددوواسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

تلامذہ:

امام ابن کثیر بھی کثیرالتلامذہ تھے۔ان کے دومشہورراوی احمد بن محمد بزی اورمحمد بن عبدالرحمٰن قنبل ہیں۔یہ ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، گویابالواسطہ شاگردوں کوراوی کادرجہ نہیں ملا۔

بزی نے عکرمہ سے،انہوں نے اسمٰعیل بن عبداللہ قسط سے، انہوں نے شبل بن عباد سے، انہوں نے ابن کثیر سے پڑھا۔اورقنبل نے قواس سے اورانہوں نے ابوالاخریط سے، انہوں نے اسمٰعیل سے اورانہوں نےشبل سے اورانہوں نے ابن کثیر سے پڑھا۔

اس طرح بزی اورابن کثیر کے درمیان تین اورقنبل سے ابن کثیر تک چارواسطے ہیں۔

وفات:

ابن کثیر رحمہ اللہ نے مکہ مکرمہ میں 120ھ بزمانہ ہشام بن عبدالملک بعمر 75 سال وفات پائی اورمکہ مکرمہ میں ہی مدفون ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت ابوعمرو زبّان بن العلاء بصریؒ

ولادت:

آپ 68ھ میں مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔

نسب:

آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے:

ابوعمرو زبّان بن العلاء بن عمار بن عریان بن عبداللہ بن حسین بن حارث بن جلہم بن حجر بن خزاعی بن مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم بن مر بن اد بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن معد بن عدنان۔

ان کے آباؤ اجداد خالص عرب ہیں۔ اسی کو علامہ شاطبیؒ نے یوں بیان فرمایا:

"و اما الامام المازنی صریحهم"

ترجمہ: ''اور امام مازنی یعنی ابوعمرو بصری خالص عرب ہیں''۔

نسبت:

آپ تمیمی، مازنی، بصری، نحوی نسبتوں سے معروف ہیں۔ قبیلہ بنو تمیم سے نسبی تعلق کی وجہ سے تمیمی اور تمیم کے حلیف قبیلہ مازن کی وجہ سے مازنی اور عرصہ دراز تک بصرہ میں رہنے کی وجہ سے بصری اور فن نحو میں یدِ طولیٰ رکھنے کی وجہ سے نحوی کہلاتے ہیں۔

تابعی:

آپ تابعی بھی تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ قرأت، عربیت، لغت، انساب، تاریخ اور شعر میں اعلم الناس تھے۔

سندِ قرأت:

آپ کی سند دو واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ انہوں نے مجاہد بن جبیر، عکرمہ بن خالد اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے پڑھا، انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے پڑھا۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا۔

رواۃ:

آپ کے دوراوی ہیں۔ ابوعمر حفص دوری اورابوشعیب صالح ابن زیادسوسی۔ ان دونوں نے یزیدی سے ، انہوں نے ابوعمرو سے پڑھا۔ گویا آپ کے راوی آپ کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔

وفات:

آپ نے 154ھ میں بعمر 86 سال کوفہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام عبداللہ ابن عامر شامیؒ

ولادت:

آپ بلقاء کے مقام رحاب یا موضع جابیہ میں بقول صحیح 21ھ میں پیدا ہوئے، بعد میں دمشق چلے گئے۔

نسب:

ابوعمران عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ بن عامر بن عبداللہ بن عمران یحصبی۔ مؤخرالذکر کی وجہ سے آپ کو یحصبی بھی کہا جاتا ہے۔

تابعی:

آپ بھی تابعی ہیں، بلکہ قراء سبعہ میں سے کبار تابعین میں سے اور باعتبار زمانہ اور بلحاظ شیوخ سب سے مقدم ہیں اور آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔

سند قرأت:

آپ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا۔

رُواۃ قرأت:

آپ کے دوراوی ہیں۔ ابوالولید ہشام بن عمار سلمی اور ابوعمرو عبداللہ بن احمد بن بشیر

بن ذکوان۔ یہ دونوں بھی سند کے ذریعہ ابن عامر سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے اور ابن حامد کے درمیان دو واسطے ہیں۔

ہشام نے ابوالعباس صدقہ بن خالد اور ابومحمد سوید بن عبدالعزیز اور امام ابوالضحاک عراک ابن خالد تابعی اور امام ابوسلیمان ایوب ابن تمیم تمیمی سے پڑھا۔ ان چاروں نے یحیٰی بن حارث زمّاری سے اور انہوں نے ابن عامر سے پڑھا۔

ابن ذکوان نے ابوسلیمان ایوب ابن تمیم سے، انہوں نے یحیٰی زماری سے اور انہوں نے ابن عامر سے پڑھا۔

نسبت رسول:

آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو ان سے دریافت کیا کہ آپ نے انہی ہاتھوں سے جناب رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ ابن عامر نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔

وفات:

آپ کی وفات 10 محرم الحرام <u>118ھ</u> بعمر 97 سال دمشق میں ہوئی۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام عاصم کوفیؒ

امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کے ابتدائی حالات نہیں ملتے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ ان کا وطن اصلی کوفہ ہے، وہیں تعلیم حاصل کی اور پوری زندگی وہیں تدریس کی اور کوفہ ہی میں وفات پائی۔

آپ کا نام عاصم ہے۔ کنیت ابوبکر اور والد کا نام ابوالنجود ہے، ماں کا نام بہدلہ تھا۔ بنی خزیمہ بن مالک بن نصر بن قعین بن اسد کے آزاد کردہ غلام تھے، اس وجہ سے اسدی بھی کہلاتے تھے۔

سند قرأت:

آپ نے عبداللہ بن حبیب سُلمی، ابومریم زِرّ بن حُبیش اسدی اور ابوعمرو سعد بن الیاس

الشیبانی رحمہم اللہ سے قرآن مجید پڑھا۔انہوں نے صحابہ سے بلاواسطہ کسب فیض کیا۔ دوواسطوں سے سلسلہ قرأت نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔

امتیازی شان:

باعتبار طبقات ورجال آپ ابن عامر شامی کے بعد باقی سب قراء سبعہ سے مقدم ہیں۔

قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ کی قرأت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے، کیونکہ آپ کی قرأت سہل ہے، اس میں تصرفات مشکلہ بہت کم ونادر ہیں، والنادر کالمعدوم (مقدمہ شرح بیضاوی)

روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے نوسوننانوے حفاظ کو صرف یہی روایت یاد ہوتی ہے۔شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو۔

رواۃ قرأت:

آپ کے دو راوی ہیں۔ابوبکر شعبہ بن عیاش اسدی اور حفص بن سلیمان اسدی کوفی۔

وفات:

آپ کا انتقال 127ھ کوفہ یا سماوہ میں ہوا۔ابوبکر کہتے ہیں کہ وفات کے وقت آیت ﴿ثم ردوا الی اللہ مولھم الحق......الخ﴾ بار بار پڑھتے تھے۔

■●❖❖❖●■

حضرت امام حمزہ بن حبیب الزیاتؒ

ولادت:

آپ 80ھ میں حلوان (عراق) میں پیدا ہوئے۔

آپ کو تیل وغیرہ کی تجارت کی وجہ سے الزیات اور کوفہ میں رہنے کی وجہ سے کوفی اور قبیلہ تیم اللہ سے تعلق کی وجہ سے تیمی اور علم وفرائض میں غیر معمولی دسترس کی وجہ سے فَرَضی کہا جاتا ہے۔

سندقرأت:

امام حمزہ نے سلیمان بن مہران الاعمش سے پڑھا، انہوں نے یحییٰ بن وثاب اسد سے، انہوں نے علقمہ بن قیس سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔اس طرح چار واسطوں سے سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

علم فرائض:

علم فرائض میں قانون وراثت میں مہارت تامہ حاصل تھی۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حمزہ قرأت اور فرائض میں بلانزاع ہم سب پر غالب ہیں''۔

استغناء:

لوگوں سے بے نیاز رہتے تھے۔امراء وسلاطین سے کبھی تحائف ونذرانے قبول نہیں کیے۔

تلامذہ سے خدمت بھی نہ لیتے کہ مبادا اجر یہیں مل جائے،حتیٰ کہ تشنگی میں بھی پانی نہ منگواتے،خود اُٹھ کر پیتے تھے۔

ذریعہ معاش:

کوفہ سے حلوان تیل لے جاتے، فروخت کرتے، وہاں سے پنیر اور اخروٹ کوفہ لاکر بیچا کرتے تھے۔لیکن یہ تجارت محدود تھی کہ بس گزر بسر ہو سکے۔

تلاوت وعبادت:

روزانہ ایک قرآن مجید بالترتیل تلاوت فرماتے تھے۔ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے درمیان بھی نوافل پڑھتے تھے۔رات کو الگ نوافل پڑھتے تھے۔

رواۃ قرأت:

آپ کے بھی دو راوی ہیں۔ابومحمد خلف بن ہشام اور ابوعیسیٰ خلاد بن خالد کوفی۔دونوں سُلیم بن عیسیٰ کوفی کے واسطے سے امام حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔

وفات:

آپ کی وفات 156ھ میں بعمر 76 سال حُلوان میں ہوئی۔

حضرت علی بن حمزہ کسائیؒ

ولادت:

آپ 119ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔

نسبت:

آپ کو کسائی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ احرام کمبل کا باندھا تھا۔ یا امام حمزہ کے حلقہ درس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے۔

بنو اسد کے آزاد کردہ غلام تھے، اس لیے اسدی، کوفہ کے باشندہ تھے، اس لیے کوفی اور فن نحو میں تبحر کی وجہ سے نحوی کہلاتے تھے۔

سند قرأت:

امام حمزہ کے علاوہ عیسیٰ بن عمر اور طلحہ بن مصرف سے بھی سند لی جن کا سلسلہ ابراہیم نخعی، علقمہ بن قیس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

علم النحو:

قرأت کے علاوہ علم النحو میں ماہر و مشہور تھے۔ آپ نے خلیل بن احمد نحوی سے پڑھا۔

راوۃ قرأت:

آپ کے مشہور دو راوی ہیں۔ ابوالحارث لیث بن خالد اور ابو عمر حفص بن عمر دوری۔

تصانیف:

علم قرأت اور علم النحو کے متعلق دو درجن کتب کا حال معلوم ہوتا ہے۔

خلفاء سے ربط و تعلق:

آپ کا خلفاء سے ربط و تعلق تھا۔ وہ خود یا ان کی اولادیں ان سے استفادہ کرتیں۔ ان کے دربار میں علمی مجالس قائم ہوتیں، مناظرے ہوتے۔

وفات:

189ھ میں بعمر 70 سال رَے میں وفات پائی۔ اسی دن ان کے خالہ زاد بھائی امام محمد بن حسن شیبانی صاحب امام الاعظمؒ کا بھی رَے میں انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہوئے تو ہارون الرشید نے کہا: ہم نے قرأت اور فقہ کو یہاں دفن کیا ہے۔

حضرت محمد بن محمد بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد النجاری، کنیت بہاؤالدین اور لقب نقشبند ہے۔ نقشبند لقب اس وجہ سے ہوا کہ آپ کمخواب بافی کا پیشہ کرتے تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت 4 محرم 718ھ قصر ہندواں میں ہوئی، جو بعد میں قصر عارفاں کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ قصر عارفاں بخارا سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کھانے پینے، کہنے سننے، چلنے پھرنے، خریدنے بیچنے، عبادت کرنے، نماز پڑھنے، قرآن شریف پڑھنے، کتابت کرنے، سبق پڑھنے، وعظ کہنے، غرضیکہ پلک مارنے میں بھی خدائے تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

ترجمہ: ''یعنی ایک پلک مارنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ مبادا نظر لطف کریں اور تجھے خبر نہ ہو''۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے، کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت ہے اور خلوت و محبت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

آپ کی رباعیاں بھی بڑی پُر کیف ہیں، مناجات کی رباعی تبرکاً درج ذیل ہے:

یا رب زکرم بر من درویش نگر
بر حال من خستۂ دل ریشِ نگر

ہر چند نیم لائق بخشائش تو
بر من منگر بر کرمِ خویش نگر

ترجمہ: ''اے اللہ! اپنے کرم کی نگاہ مجھ درویش پر فرمایئے۔ مجھ خستہ وزخمی دل کے حال پر نظر فرمایئے۔ اگرچہ میں آپ کی عنایت وبخشش کے لائق نہیں ہوں، لیکن آپ میرے اعمال پر نگاہ نہ فرمائیں بلکہ اپنے کرم پر نگاہ فرمائیں''۔

وفات:

تہتر سال کی عمر میں بروز پیر 3 ربیع الاول 791ھ وفات پائی۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے یہ رباعی پڑھی جائے:

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

بیعت:

آپ خواجہ سید شمس الدین امیر کلال سے بیعت ہوئے۔

خلفائے عظام:

1۔خواجہ علاؤالدین عطاء 2۔خواجہ محمد پارساؒ 3۔خواجہ علاؤالدین نجدوانیؒ 4۔مولانا یعقوب چرخیؒ۔

اولاد:

آپ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادی تھیں۔

کلمات طیبات:

1۔ خوارقِ عادات، کرامات واحوال کا کچھ اعتماد نہیں۔ اقوال وافعال میں استقامت درکار ہے، تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب نہ بن، کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت طلب کرتا ہے۔

2۔ یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ اس کی طرف ہے کہ طالب کو چاہیئے ہمیشہ کوشش میں لگا رہے۔

3۔ درویشی کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ۔

4۔ طریقت میں وجود کی نفی اور نیستی اور اپنے آپ کو کم سمجھنا بڑا کام ہے۔

■●❖❖❖●■

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

نام ونسب:

آپ کا اصل نام عمر ہے۔ شہاب الدین کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔ کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمویہ بنس عد بن حسین بن قاسم بن علقمہ بن نصر بن معاذ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

ولادت:

532ھ/ 1154ء رجب کے آخر یا شوال کے شروع میں زنجان (عراق) کے قریبی شہر سہرورد میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تحصیل علم:

ابتدائی تعلیم اپنے چچا اور شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہؒ سے حاصل کی۔ نیز درج ذیل شیوخ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا:

ابوالفتوح الطائی محمد بن محمد الھمد انی، ابوالمظفر ہبۃ اللہ بن احمد الشبلی، ابواحمد معمر بن عبدالواحد بن فاخر القرشی، ابوالفتح محمد بن عبدالباقی، ابوزرعہ طاہر بن محمد المقدسی، ابوالقاسم یحیٰی بن علی البغدادی۔ نیز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔

اسفار:

خلیج فارس کے جزیرہ عبادان میں خلوت اختیار کی۔ عبادت وذکر اور ریاضت ومجاہدہ

میں مشغول رہے۔کئی سال مکہ میں قیام رہااورکئی حج بھی کیے۔پھر بغداد واپس تشریف لائے۔

تعلیم:

کئی سال سفر میں گزارنے کے بعد اپنے چچاو شیخ کی مسند کے جانشین ہوئے اور مخلوقِ خدا کو رشد و ہدایت کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ شروع کی۔

خلفاء:

شیخ حمیدالدین ناگوری، شیخ بہاؤالدین زکریاملتانی، شیخ نجیب الدین شیرازی، شیخ ظہیرالدین الریحانی، شیخ محمد الیمنی رحمہم اللہ۔

نیز شیخ سعدیؒ سے بھی استفادہ کیا،جس کا ذکر شیخ نے بوستان میں کیا ہے۔

مسلک:

آپ مسلکاً شافعی تھے۔اکابر شافعیہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

شعروادب:

عربی اور فارسی ادب میں دسترس رکھتے تھےاور خوب شعر کہا کرتے تھے۔

تصانیف:

عوارف المعارف، بغیۃ البیان فی تفسیر القرآن، اعلام الھدیٰ عقیدۃ ارباب التقی، کشف النصائح الایمانیہ و کشف الفضائح الیونانیہ، کتاب الاوراد، جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب، کتاب الوصایا، رحیق المختوم لذوی العقول والفھوم،صفوۃ الصوفیہ فی آداب المریدین، مقامات العارفین،رسالہ فی اعتقاد الحکماء۔

تلاوت قرآن:

قرآن حکیم سے بڑا شغف رکھتے تھے، کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔

وفات:

یکم محرم الحرام 632ھ کو وفات پائی اور ظفریہ، بغداد کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ

ولادت:

آپ کی ولادت 537ھ میں ایران کے علاقہ سیستان میں ہوئی۔

ابتدائی حالات:

آپ کے والد کا نام غیاث الدین سجزی تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ کے والد وفات پا گئے۔ وراثت میں ایک باغ آیا، اس کی دیکھ بھال میں مشغول ہو گئے۔

ابتداء سلوک:

باغ کی نگرانی میں مشغول تھے کہ ایک مجذوب ابراہیم قہندزری باغ میں آئے۔ انہوں نے پھل پیش کیے۔ مجذوب نے پھل چبا کر انہیں دیا، اسے کھاتے ہی حالت دگرگوں ہوئی۔ باغ فروخت کیا، رقم فقراء میں تقسیم کی اور سمرقند جا پہنچے۔

ابتدائی تعلیم:

سمرقند میں حفظ قرآن اور علوم ظاہری میں مشغول رہے۔

بیعت:

ظاہری علوم سے فارغ ہوئے تو عراق کے قصبہ ہارون میں خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوئے۔ اپنے شیخ کی بیس سال خدمت میں رہے اور باطنی علوم حاصل کیے اور خلافت حاصل کی۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ، حاجی شریف زندنی کے خلیفہ ہیں۔ وہ خواجہ قطب الدین مودودؒ کے خلیفہ ہیں اور وہ خلیفہ ہیں خواجہ ناصر الدین ابو یوسف کے اور وہ خواجہ رکن الدین ابو محمد چشتی کے خلیفہ ہیں۔

اتباع سنت:

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ بحوالہ حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ وضو کرنے میں اُنگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے تو غیب سے آواز آئی

کہ محبت رسول کا دعویٰ اور سنت کا ترک؟ آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا (تاریخ مشائخ چشت)۔

خوفِ خدا:

آپ کی یہ حالت تھی جب آگ کو دیکھتے تو کانپ اُٹھتے کہ کہیں قیامت کے روز اسی کی سزا نہ ہو۔ کسی نے پوچھا، مرید کب ثابت قدم ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب فرشتہ 20 سال تک اس کے اعمال نامے میں کوئی برائی نہ لکھے۔

اجمیر:

دس محرم 561ھ میں اجمیر تشریف لائے۔ یہاں ہندوستان میں حضور اقدس ﷺ کے حکم کی بناء پر تشریف لائے۔ پہلے جنگل میں قیام فرمایا، پھر آبادی میں قیام فرمایا۔

سخاوت:

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں 20 سال رہا، کبھی آپ نے کسی کو انکار نہیں فرمایا۔ جو مانگنے آیا، مصلّے کے نیچے سے نکال کر دے دیتے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ میں نے کسی کو غصہ ہوتے بھی نہیں دیکھا۔

ارشادات:

1۔ علامتِ معرفتِ حق یہ ہے کہ مخلوق سے بھاگنے لگے۔

2۔ بیس سال میں نے اپنے شیخ کی خدمت کی کیونکہ جو کچھ ملتا ہے خدمت سے ملتا ہے۔ میرے شیخ نے مجھے بے انتہا نعمت عطا فرمائی۔

وفات:

سلطان التمش کے دَور میں 6 رجب بروز دوشنبہ اجمیر شریف میں وفات ہوئی۔ سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں۔ 632ھ، 633ھ، 636ھ، 637ھ۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

خواجہ معین الدین چشتی کی اصل وطنی نسبت سیجزی ہے۔ سیجزی نسبت میں سجستان کی طرف ہے۔ یہ خراسان کا ایک علاقہ ہے۔ اب اس کا اکثر حصہ ایران اور کچھ افغانستان

میں ہے۔ بعض جغرافیہ داں نے لکھا ہے کہ سیستان فارسی لفظ سنگستان سے ماخوذ ہے۔ عرب اسے سجستان کہتے ہیں۔ سیستان کو فارسی میں نیمروز (یا جنوبی ملک) بھی کہتے ہیں اور جنوبی ملک کہنے کی وجہ یوں بیان کی کہ سیستان، خراسان کے جنوب میں واقع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اسلام کے تعارف اور اشاعت کے لیے سلسلہ چشتیہ کو ذریعہ بنایا۔ سب سے پہلے جس چشتی شیخ نے ہندوستان کی طرف عنان عزیمت موڑی، وہ خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ خلیفہ ہیں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے، وہ خلیفہ ہیں حاجی شریف زندنیؒ کے، وہ خلیفہ ہیں خواجہ قطب الدین مودودؒ کے اور وہ خلیفہ ہیں خواجہ ناصر الدین ابو یوسف کے، وہ خلیفہ ہیں خواجہ رکن الدین ابو محمد چشتیؒ کے۔

تقریباً نصف صدی ارشاد و تلقین، اشاعتِ اسلام اور داعیانِ اسلام و اہل قلوب کی تعلیم و تربیت اور یادِ حق میں سرگرمی کے ساتھ مشغول رہ کر 90 سال کی عمر میں 627ھ میں رحلت فرمائی۔
(ریحان عترت مرتبہ سید نفیس الحسینیؒ)

■●❖❖❖●■

حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ

ولادت:

آپ کی ولادت 470ھ میں گیلان میں ہوئی۔ اسے جیلان اور ویلم بھی کہا جاتا ہے۔

نسب:

آپ کا نسب دس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

بغداد:

488ھ میں بعمر 18 سال بغداد تشریف لائے۔ جس سال امام غزالیؒ نے بغداد کو چھوڑا تھا، اسی سال حضرت بغداد تشریف لائے۔ ہر علم کو با کمال اساتذہ اور صاحب فن علماء سے حاصل کیا۔

آپ نے ابوالوفاء ابن عقیل، محمد بن الحسن باقلانی، ابوزکریا تبریزی جیسے نامور علماء و ائمہ فن سے کسب فیض کیا۔

تعلیم طریقت شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم الدباس سے حاصل کی اور قاضی ابوسعید مخرمی سے تکمیل کی اور اجازت حاصل کی۔

اصلاح وارشاد:

ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اصلاح وارشاد کی جانب متوجہ ہوئے۔ بیک وقت درس ومسند ارشاد کو زینت بخشی، مدرسہ میں تِل رکھنے کی جگہ نہ ہوتی۔ مواعظ سننے کے لیے پورا بغداد ٹوٹ پڑا۔ ہزاروں یہودی اور عیسائی آپ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہوئے اور عیاروں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے توبہ کی۔

مدرسہ میں ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا اور ایک سبق اختلاف ائمہ اور ان کے دلائل کا پڑھاتے تھے۔ ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی، افتاء کی مشغولیت الگ تھی۔

ایک مرتبہ استفتاء آیا کہ ایک شخص نے قسم کھالی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا، اگر اس نے قسم پوری نہ کی تو اس کی بیوی کو تین طلاق۔

علماء استفتاء سن کر حیران ہوئے۔ حضرت شیخ کے پاس استفتاء آیا تو فرمایا: مطاف کو خالی کرا دیا جائے اور وہ شخص تنہا طواف کرے اور اپنی قسم پوری کرے کہ اس عبادت میں کہیں بھی شرکت کا امکان نہیں، اس لیے کہ طواف بیت اللہ پر موقوف ہے اور مطاف میں وہ تنہا عبادت کر رہا ہے۔

وعظ میں دنیا کی مذمت اور آخرت کی رغبت دلاتے تھے۔ آپ رہبانیت کی تعلیم نہ دیتے۔ دنیا کے استعمال اور انتفاع سے منع نہ کرتے۔ اس کی پرستش، غلامی اور قلبی تعلق و عشق سے منع کرتے۔ ایک دفعہ فرمایا: دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے جمع کرنا جائز، باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں۔

ان کے مواعظ " **ان الدنیا خلقت لکم و انکم خلقتم للاٰخرۃ**" (دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کئے گئے ہو) کا مصداق ہوتے۔

ایک دفعہ فرمایا: ''دنیا میں اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو، بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے، دنیا اس کی خدمت کرتی ہے اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کو ذلیل کرتی ہے''۔

محامد و اخلاق:

ایک بزرگ حرادہ فرماتے ہیں کہ:

''میری آنکھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس، رقیق القلب، محبت اور تعلق کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا''۔

الامام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف البرازلی الاشبیلی فرماتے ہیں:

''آپ مستجاب الدعوات تھے، اگر کوئی عبرت اور رقت کی بات کی جاتی تو جلدی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ بڑے رقیق القلب تھے، خندہ پیشانی، شگفتہ رُو، کریم النفس، فراخ وسعت، وسیع العلم، بلند اخلاق، عالی نسب، عبادات اور مجاہدات میں آپ بلند پایہ تھے۔

وفات:

561ھ میں بعمر 90 سال بغداد میں وفات پائی۔

بوقت وفات اپنے صاحبزادوں سے فرمایا: میرے گرد سے ہٹ جاؤ، میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ فرشتے حاضر ہیں، ان کے لیے جگہ خالی کردو اور ان کا ادب کرو۔ فرشتوں کو فرماتے، تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور برکتیں۔

(ریحان عترت، بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت مختصراً)

■●❖❖❖●■

حضرت ابوسعید مبارک بن علی مخزومیؒ

نام وکنیت:

آپ کا نام مبارک اور کنیت ابوسعید ہے۔مخزومی اس لیے کہا جاتا ہے کہ بغداد کے ایک محلّہ مخزوم میں رہائش پذیر رہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت 403ھ میں ہنکار،موصل بغداد میں ہوئی۔

تعلیم، بیعت وخلافت:

ابوالحسن علی بن محمد الھنکار کی خدمت میں 18 برس رہے۔تعلیم حاصل کی، بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔

مسلک:

آپ مسلکاً حنفی تھے۔

خلفاء:

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

وفات:

508ھ یا 513ھ میں بغداد میں وفات پائی اور اپنے قائم کردہ مدرسۃ الازج (جو بعد میں اپنے خلیفہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے سپرد کیا) میں مدفون ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت ابوالحسن علی بن محمد الہنکاریؒ

نام:

آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور لقب شیخ الاسلام ہے۔

ولادت:

409ھ/ 1018ء میں بغداد سے 400 کلومیٹر دور موصل کے ایک قصبہ ہنکار میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تحصیل علم:

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر فقہ وحدیث کے لیے روم، سپین، مکہ مکرمہ وغیرہ کے اسفار کیے۔

بیعت وخلافت:

حضرت محمد یوسف ابوالفرح طرطوسیؒ سے بیعت ہوئے اوران سے خلافت ملی۔

خلفاء:

ابوسعید مبارک مخزومی، شیخ طاہر (بیٹے)۔

مستفیدین:

امام غزالی، امام بیہقی، عبدالقادر جیلانی، ابوالحسن خرقانی، ابن سیناء، امام دارقطنی، ابن جنی وغیرہ۔

وفات:

یکم محرم الحرام 486ھ/ یکم فروری 1093ء بغداد میں وفات پائی۔

حضرت ابوالفرح محمد یوسف طرطوسیؒ

نام،کنیت:

آپ کا نام محمد یوسف اور کنیت ابوالفرح ہے۔ شام کے علاقہ طرطوس کی وجہ سے طرطوسی کہا جاتا ہے۔آپ کے والد کا نام الشیخ عبداللہ بن یونس طرطوسی ہے۔

ولادت:

407ھ میں طرطوس،شام میں ولادت ہوئی۔

لقب:

آپ کا لقب علاؤالدین ہے۔آپ وقت کے قطب تھے۔

بیعت:

حضرت عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمیؒ سے بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت ملی۔

خلفاء:

حضرت ابوالحسن علی بن محمد الہنکاریؒ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

وفات:

447ھ میں طرطوس،شام میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

■●❖❖❖●■

حضرت ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمیؒ

نام،کنیت:

آپ کا نام عبدالواحد اور کنیت ابوالفضل ہے۔آپ کے والد عبدالعزیز بن حارث بن اسد،صاحب نسبت بزرگ تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت یمن میں ہوئی،اس لیے آپ کو یمنی بھی کہا جاتا ہے۔عرب کے مشہور

قبیلہ تمیم سے تعلق تھا، اسی وجہ سے تمیمی کہا جاتا تھا۔

بیعت وخلافت:

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر جعفر بن یونس الشبلی کی صحبت حاصل کی اور بیعت وخلافت اپنے والد سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ شبلی اور والد دونوں سے خلافت ملی (والد بھی شبلی کے خلیفہ تھے)۔

خلفاء:

حضرت ابوالفرح محمد یوسف طرطوسیؒ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

مسلک:

حنفی المسلک تھے۔ بعض نے حنبلی لکھا ہے۔

وفات:

آپ کی وفات 425ھ میں بغداد میں ہوئی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے قرب میں آسودۂ خاک ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت ابوبکر جعفر بن یونس الشبلیؒ

نام ولقب:

آپ کا خاندانی نام دُلف اور اسلامی نام جعفر ہے۔ آپ کے گاؤں شبلہ کی وجہ سے آپ کو شبلی کہا جاتا ہے۔ یہ گاؤں اسر دشنہ شہر کے مضافات میں تھا جو ماوراء النہر میں سمرقند سے آگے ایک بڑا شہر تھا۔ یہ ترکستانی علاقہ تھا۔ چونکہ والی خراسان کی حکومت میں تھا، اس لیے مؤرخین نے حضرت شبلی کو خراسانی الاصل لکھا ہے، ورنہ وہ ترکی الاصل تھے۔

آپ کے والد کا خاندانی نام جحدرا اور اسلامی نام یونس تھا۔ ان کی کنیت ابودُلف تھی۔ دُلف اور جحدر ترکی نام ہیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت 240ھ (تقریباً) میں بغداد یا سامرہ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم :

ابتدائی تعلیم اپنے خاندان میں حاصل کی ۔ خاندان فقہ مالکیہ کا پیرو تھا، لہٰذا فقہ مالکی پڑھی، مؤطا امام حفظ تھی۔

گورنری:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد خاندانی ماحول کے مطابق نہاوند کے گورنر مقرر ہوئے، پھر معزول کر دیئے گئے۔

بیعت:

پہلے ابوالحسین خیر نساج سے بیعت ہوئے، انہوں نے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے شروع میں خاصی ریاضتیں کروائیں، بعد میں خلافت سے نوازا۔

شاعری:

خداپرستی وخداشناسی کے جوش وجذبات کو اکثر اوقات اشعار کے ذریعہ ظاہر فرمایا کرتے تھے۔

اسفار:

آپ نے ابتدائی زندگی اسفار میں گزاری اور آخری عمر میں اقامت گزیں ہوئے۔

طرزِ تعلیم:

آپ کا طرزِ تعلیم سخت تھا۔ نفس کو مطیع و منقاد بنانے کے لیے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس زمانے میں طبیعتیں بھی نفس کشی پر آمادہ و تیار ہوتی تھیں۔

فیض یافتہ:

یونس بن شبلی (بیٹے)، ابوبکر طمستانی، جعفر بن محمد خُلدی، ابوالحسن بنداء بن حسین شیرازی، ابوالحسن اشعری، محمد بن سلیمان، ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی، عبداللہ بن احمد، ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری، ابومقاتل احمد بن مقاتل، عبدالرحمٰن خراسانی، ابوبکر اصفہانی وغیرہم رحمہم اللہ۔

وفات:

آخر ذوالحجہ 334ھ بروز جمعہ بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ خیرزان میں دفن ہوئے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ

نام:

آپ کا نام ابوالقاسم جنید بن محمد جنید الحراز القواریری ہے۔حراز اس لیے کہا جاتا تھا کہ خام ریشم کے سوداگر تھے اور قواریری اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد شیشہ گر تھے۔ ایک استاد ابوثور ابراہیم بن خالد الکلبیؒ کی وجہ سے آپ کو ثوری بھی کہا جاتا ہے۔

ولادت:

210 ھ یا 215 ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔

خاندان:

ایران کے صوبہ جبال کے شہر نہاوند سے آپ کے خاندان کو تعلق تھا۔حضرت سری سقطیؒ آپ کے ماموں تھے۔

تحصیل علم:

ابتدائی تعلیم اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد کاروبار کے ساتھ ساتھ ابتدائے جوانی میں ابوعبید اور ابوثور ابراہیم بن خالد الکلبیؒ سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ اور حارث المحاسبی سے حاصل کیے اور شیخ الطریقت، سید الطائفہ، طاؤس الربانیین جیسے القاب دیئے گئے۔

حضرت سری سقطیؒ نے ان کے لیے دعا کی تھی۔اللہ کرے تم حدیث وسنت کا عمل پہلے اور پھر زہد واتقاء کی ریاضت کر کے علم تصوف میں ترقی کرو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔جنیدؒ پر سری سقطیؒ کا بہت اثر تھا۔سری سقطیؒ انہیں جو تعلیم دیتے تھے بحث کی شکل میں دیتے تھے۔جیندؒ سوالات کرتے یوں مسئلہ معلوم کراتے تھے۔

خلافت:

حضرت سری سقطیؒ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔

تلامذہ:

احمد بن محمد الجُر یری، ابوبکر دلف بن حجدر (جعفر بن یونس) الشبلی ، منصور الحلاج ، جعفر الخلدی، ابوسعید الاعرابی، ابوبکر محمد بن الکتانی البغدادی، علی بن محمد المز ییّن ، عبداللہ بن محمد المرتعش، اسحٰق بن محمد النرجوری وغیرہم رحمہم اللہ۔

شخصیت:

بچپن سے قابلیت خداداد تھی۔ جوانی خلوت میں گزاری تا کہ غور وفکر کر سکیں۔ نہ جمالیاتی عیش پسندی کو اور نہ صوفیانہ جفاکشی کو اپنایا بلکہ اعتدال کی راہ اختیار کی۔ مردم شناس تھے۔ کھانا سادہ کھاتے تھے۔ جسمانی اعتبار سے مضبوط وتوانا تھے۔ تادم آخر صوم وصلوٰۃ پر پابند رہے۔ تلاوت کثرت سے کرتے۔ سیاسیات میں نہ اُلجھے۔ محتاط اور مصلحت شناسانہ رویہ عیاں تھا۔ سفر کم کرتے تھے، بس ایک دفعہ حج کو گئے ورنہ بغداد میں رہے۔

ارشاد:

ہمارا علم ہمیشہ قرآن وحدیث کے ضابطہ کے اندر رہنا چاہیئے۔ جس شخص نے قرآن حفظ نہیں کیا اور نہ حدیث باقاعدہ پڑھی اور نہ فقہ کا علم حاصل کیا اور تصوف کا رُخ کر لیا تو ایسے شخص کو رہنمائی کا کوئی حق نہیں۔

تصانیف:

امثال القرآن، رسائل، دواء الارواح، کتاب الفناء، کتاب المیثاق، کتاب الالوھیۃ، تصحیح الارادہ، کتاب المناجاۃ، حکایات، کتاب فی الفرق بین الاخلاص والصدق، منتخب الاسرار فی صفات الصدیقین والابرار۔

وفات:

298ھ بمطابق 910ء بغداد میں وفات پائی۔ اپنے شیخ اور ماموں حضرت سری سقطیؒ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت سری سقطیؒ

نام:

سرالدین نام اور کنیت ابوالحسن۔ مشہور نام سری سقطی ہے، چونکہ مسالہ فروش تھے، اس لیے سقطی کہا جاتا تھا۔

خاندان:

فارسی الاصل تھے۔ ان کے والد کا نام مغلس تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے شیخ اور ماموں تھے۔

ولادت:

تقریباً 155ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ خلفاء بنو عباس کے پہلے دَور میں سات آٹھ خلفاء کا زمانہ پایا۔

تحصیل علم:

حضرت معروف کرخیؒ کے شاگرد تھے۔ فرمایا کرتے تھے مجھے جو ملا ہے معروف کے فیض صحبت سے ملا ہے۔

شخصیت:

بڑے صوفی، ممتاز مفکر اور ماہر تعلیم تھے۔ قشیری بتاتے ہیں کہ زہد وورع بلندئ فکر، علم توحید میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے بقول میں نے ان سے زیادہ عبادت گزار اور کوئی نہیں دیکھا۔ وہ جانتے ہی نہ تھے کہ سونا اور آرام کرنا کیا چیز ہوتی ہے؟ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔

ارشاد:

فرمایا: مرید کا مرتبہ مرشد روحانی سے بلند ہوسکتا ہے جیسے جنید کا مرتبہ مجھ سے زیادہ ہے، حالانکہ جنید فرماتے تھے کہ ماموں کا مرتبہ مجھ سے بلند تر ہے۔

تلامذہ:

جنید، النوری، ابن مسروق الطّوسی، محمد بن نفل السقطی، ابراہیم المخرمی، العباس الشکلی، ابوسعید الخراز۔

خلفاء:

جنید، شاہ ابومحمد، ابوالحسن نوری، حضرشاہ عرف شیخ کبیر، حرتبون، فتح الموصلی، عبداللہ، حمزہ، ابوالعباس مظروف، ابرار رضوان۔

وفات:

13 رمضان المبارک 253ھ بروز منگل بعمر 98 سال بغداد میں وفات پاگئے۔ بمقام شونیر، بغداد میں مدفون ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت معروف کرخیؒ

نام:

نام اسدالدین، کنیت ابومحفوظ یا ابوالحسن تھی۔ مشہور نام معروف تھا۔

ولادت:

کرخ، بغداد میں ولادت ہوئی۔ کرخی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

قبول اسلام:

پہلے غیر مسلم تھے۔ حضرت علی بن موسیٰ رضاؒ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔

خاندان:

آپ کا خاندان ایرانی نژاد ہے۔ بعض نے آپ کے والد کو صابی اور بعض نے عیسائی لکھا ہے۔ ان کا نام فیروزان یا فیروز تھا۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں بغداد کے محلّہ کرخ میں سکونت اختیار کی۔

ارشاد:

کسی نے سوال کیا کہ کس چیز نے آپ کو اللہ کی عبادت میں محو ہونے اور مشاغل دنیا سے کنارہ کش ہونے پر آمادہ کیا؟

فرمایا: اللہ کے قبضۂ اختیار میں ہے جب تم اس سے محبت کرنے لگو تو وہ تمہیں ان تمام چیزوں کا خیال بھلا دیتا ہے اور دنیا کی چیزوں کی فکر سے بچالیتا ہے۔

اندازِ تعلیم:

معروف کرخی ، سری سقطی ، جنید بغدادی رحمہم اللہ کا اندازِ فکر، طریقہ تصوف بالکل یکساں تھا۔ ان کا سب سے اہم عنصر عرفانِ الٰہی ، حقیقت خداوندی اور توحید کی معرفت تھا۔ ارباب التوحید مشہور تھے۔ وہ صوفیانہ نظریات سے زیادہ مذہبی اعمال کی بجا آوری پر زیادہ زور دیتے تھے۔

بیعت:

خواجہ داؤد الطائیؒ سے بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت ملی۔

تحصیل علم:

حضرت امام الاعظم ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کیا۔

خلفاء:

ابوالحسن سری سقطیؒ۔

وفات:

2 محرم 200ھ یا 201ھ میں وفات پائی۔ بغداد میں مدفون ہیں۔

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا:

''جوانمردی کے تین نشانات ہیں: 1۔ وفائے بے خلاف 2۔ تعریف بے عطا 3۔ عطاء بے سوال۔ اس کی تشریح میں حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں، وفائے بے خلاف یہ ہے کہ عبودیت میں خلاف روی اور کج روی اپنی ذات پر حرام سمجھی جائے۔

2۔ تعریف بے عطاء یہ ہے کہ جس سے کوئی نیک سلوک نہ بھی کیا ہو اسے بھی نیکی سے یاد کیا جائے۔

3۔ عطائے بے سوال یہ ہے کہ جب عطاء کی توفیق ہوتو تعریف نہ کرے اور کسی کا حال معلوم ہوتو اسے تکلیف سوال نہ دے۔

یہ خلقت میں اخلاقی باہمی کا طریقہ کار ہے۔تمام مخلوق میں یہ صفات مستعار ہیں، حقیقتاً خدائی صفات ہیں۔

■●❖❖❖●■

حضرت ابوسلیمان داؤد طائیؒ

نام وکنیت:

آپ کا نام داؤد اور کنیت ابوسلیمان ہے۔آپ کے والد کا نام نُصیر ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت کوفہ میں ہوئی۔آبائی وطن خراسان ہے۔

تعلیم:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں 20 سال رہے اور آپ کا شمار ان کے اجل تلامذہ میں سے ہوتا ہے۔

بیعت وخلافت:

حضرت حبیب العجمیؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت ملی۔

خلفاء:

حضرت معروف کرخیؒ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

ارشاد:

حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں ان کا ایک ارشاد نقل فرمایا ہے کہ ''خیریت درکار ہے تو دنیا کو خیر باد کہو۔کرامت کی ضرورت ہے تو عقبیٰ سے دستبردار ہو جاؤ''۔

وفات:

162ھ یا 165ھ میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ حبیب العجمیؒ

نام،کنیت:

آپ کا نام حبیب اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو علاقائی طور پر حبیب البصری، حبیب العجمی اور حبیب الفارسی بھی کہا جاتا ہے۔

بیعت وخلافت:

ابتدائی عمر میں سودی کاروبار کرتے تھے۔فسق وفجور میں مبتلا تھے۔لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عنایت فرمائی۔ حضرت بصریؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی، تعلیم وتربیت کے اعلیٰ مدارج طے کیے اور خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔

خلفاء:

حضرت خواجہ داؤد طائیؒ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

ارشاد:

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ حبیب العجمیؒ سے پوچھا گیا کہ اللہ کی رضا کس چیز میں ہے؟ تو فرمایا: ”**فی قلب لیس فیه غبار النفاق**“. یعنی اس دل میں جہاں نفاق کا غبار نہ ہو۔نفاق ملاپ کا دشمن ہے۔رضا ملاپ پر منحصر ہے۔محبت کو نفاق سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔محبت کا مقام رضا ہے۔رضا دوستوں کی صفت ہے اور نفاق دشمنوں کی۔

وفات:

156ھ میں وفات پائی اور کرخ، بغداد میں مدفون ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

ولادت:

آپ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تقریباً 21ھ میں ہوئی۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے۔ آپ نے تحنیک دی اور فرمایا: "سموہ حسنا فانه حسن الوجه" (اس کا نام حسن رکھو، کیونکہ خوبصورت چہرے والا ہے)۔

نام، کنیت:

آپ کا نام حسن اور کنیت ابوسعید تھی۔ آپ کے والد کا نام یسار تھا جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے اور والدہ کا نام خیرہ تھا جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۔ آپ کے والد 12ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

تربیت:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تربیت فرمائی۔ وہ ان کی گود میں پلے بڑھے۔ چونکہ ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، وہ کسی کام میں مصروف ہوتیں تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کو گود میں اُٹھا لیتیں۔

اوصافِ حمیدہ:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ تقویٰ و پرہیزگاری دین کی بنیاد ہے۔ سنت سے والہانہ و عاشقانہ تعلق تھا۔ تواضع و انکساری کا پیکر تھے۔ اپنے آپ کو ہر شخص سے کمتر سمجھا۔ ایک شخص نے سوال کیا، آپ بہتر ہیں یا کتا؟ فرمایا: اگر عذاب

سے چھٹکارا ہوا تو میں بہتر ورنہ کتا بہتر ہے۔ بہترین واعظ تھے، اس زمانے کے صلحاء واتقیا ان کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔ غرضیکہ ان تمام صفات سے متصف تھے جو ایک ولی کامل میں ہوا کرتی ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ 130 صحابہ کو دیکھا۔

ارشادات:

1۔ تواضع کی شرط یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے نکلے تو ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھے۔

2۔ ایک شخص کو دل کی سختی کی شکایت پر فرمایا: ذکر کی مجلسوں میں شریک ہوا کرو۔

3۔ لالچ عالم کو عیب دار بنا دیتا ہے۔

4۔ دنیا سواری ہے، اس پر سوار ہو کر منزل پر پہنچ جاؤ گے اور اگر یہ سوار ہوگئی تو ہلاک و برباد کر دے گی۔

5۔ جو محبت الٰہی کا دعویٰ کرے اور گناہوں سے نفرت نہ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

6۔ اپنی غیبت کرنے والے کو ہدیہ بھیجتے کہ جو آپ نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ہدیہ سے بہت بڑھ کر ہے۔

7۔ بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہیں کیونکہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں، لیکن انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الٰہی کی پرواہ تک نہیں کرتا۔

8۔ پہلے لوگ اپنی راتیں کتابوں کے معنیٰ پر غور و فکر کرنے اور دن، اُن پر عمل کرنے میں گزارتے تھے، لیکن تم لوگوں نے اپنی کتاب پر زیروزبر تو لگا لئے مگر عمل کر کے آسائش دنیا میں گرفتار ہو گئے ہو۔

وفات:

ہشام بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں 4 محرم یا یکم رجب 110ھ کو بعمر 89 سال دارالفناء سے دارالبقاء کی جانب کوچ کر گئے۔ بصرہ ہی میں تدفین ہوئی۔

■●❖❖❖●■

مآخذ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1۔	سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت مفتی محمد شفیعؒ
2۔	ذکر مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت مولانا محمد زکریاؒ
3۔	سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مرتبہ: وفاق المدارس العربیۃ
4۔	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا احمد سعید اکبر آبادیؒ
5۔	الفاروق رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا شبلی نعمانیؒ
6۔	عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا احمد سعید اکبر آبادیؒ
7۔	المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
8۔	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
9۔	فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم	حضرت مولانا محمد زکریاؒ
10۔	معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
11۔	سیرت ائمہ اربعہ	حضرت مولانا محمد نور الحق علوی مدظلہٗ
12۔	تذکرہ مصنفین صحاح ستہ	حضرت مولانا عبد المعبود
13۔	تذکرۃ القراء	حضرت قاری محمد الیاس الاعظمی
14۔	تذکرۃ الاولیاء	حضرت فرید الدین عطارؒ
15۔	ریحان عترت	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
16۔	شجرۃ الاشراف	حضرت سید نفیس الحسینیؒ

17۔	شعر الفراق	حضرت سید نفیس الحسینیؒ	
18۔	کشف المحجوب	حضرت علی ہجویریؒ	
19۔	تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	
20۔	اثمار التکمیل لما فی انوار التنزیل	حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ	
21۔	تاریخ المشاہیر	حضرت مولانا سلمان منصور پوری	
22۔	عقائد الاسلام	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	
23۔	تاریخ مشائخ چشت	حضرت مولانا محمد زکریاؒ	
24۔	سفینۃ الاولیاء	محمد دارا شکوہ	
25۔	خزینۃ الاصفیاء	حضرت مفتی غلام سرور لاہور	
26۔	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم قادری	
27۔	تذکرہ مشائخ نقشبند	محمد نور بخش توکلی	
28۔	تاریخ سہروردیہ	پروفیسر محمد سعید	
29۔	مناقب معروف کرخیؒ	عبدالرحمٰن بن علی بن جوزیؒ	
30۔	حضرت شیخ سری سقطیؒ	محمد علی رضا	
31۔	ماہنامہ نقیب ختم نبوت	مولانا سید کفیل شاہ بخاری مدظلہ	